امیرِ ملّت حافظ پیر سیّد جماعت علی شاہ، شیرِ ربّانی میاں شیر محمد شرقپوری
مُفسّر قرآن مولانا نبی بخش حلوائی، اور شارح کنزالدّقائق مولانا محمد عبداللہ سلطانی
کے استاذ حضرت مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قریشی نسباً والقادری مشرباً

قطبِ لاہور

(المتوفّٰی ۱۳۲۶ھ بمطابق ۱۹۰۸ء)

سنگِ مرمر پر کندہ قرارداد کے الفاظ

"باتفاق انجمن حنفیہ وحکمِ شرع شریف یہ قرار پایا کہ
کوئی وہابی، رافضی، نیچری یا مرزائی مسجد ھٰذا میں
نہ آئے اور خلاف مذہب حنفیہ کوئی بات نہ کرے"
فقیر غلام قادر حنفی، متولّیِ مسجد بیگم شاہی

ترتیب وتہذیب: ڈاکٹر محمود احمد ساقیؔ

ادارہ اہلِ سُنّت وجماعت لاہور پاکستان

رُشدی یا دیوبندی

دیوبندیوں نے رسولِ کریم ﷺ کو "ظالم" لکھ دیا (معاذ اللہ)

یاد سب کچھ ہیں مجھے ہجر کے صدمے "ظالم"

(دروس ترمذی جلد۲ ص ۲۱۸)

اللہ کے نبی کو پستہ قد لکھ دیا

دیوبندیوں کے امام نے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے پاک نبی حضرت داود علیہ السلام کے لیے لکھا ہے۔ کتاب پاکستان سے چھپی ہے۔ چھاپنے والے زندہ ہیں لکھنے والا مر چکا، کیا چھاپنے والوں کو پاکستانی رشدی کہہ دیں تو کوئی گستاخی تو نہ ہوگی

(قصص القرآن از مولوی محمد حفظ الرحمان سیوہاروی صفحہ ۵۶ حصہ دوم مطبوعہ خواجہ محمد اسلام ادارہ اشاعت دینیات انارکلی لاہور)

رسول کریم ﷺ کے (معاذ اللہ) چار فیصلے غلط تھے

اسارٰی بدر، تحریم شہد، تابیر نخل اور عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے جنازہ وغیرہ میں آپ کی رائے مبارک کے صواب نہ ہونے کا بین ثبوت دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔

(ازالہ الریب صفحہ ۸۲، از مولوی سرفراز خان صفدر دیوبندی، مطبوعہ گوجرانوالہ)

اس کتاب کا مصنف بھی زندہ ہے اور چھاپنے والے بھی۔ کیا یہ لوگ رشدی سے کم ہیں؟

یزید کے لئے جنتی کا سرٹیفکیٹ

یہ ایک حقیقت ہے کہ سب سے اوّل قسطنطنیہ پر جہاد کرنے والا لشکر مغفور ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس لشکر کا امیر یزید تھا (ماہنامہ میثاق: از ڈاکٹر اسرار احمد اکتوبر ۱۹۸۲ء بمطابق صفر المظفر ۱۴۰۷ھ جلد نمبر ۳۵ شمارہ نمبر ۱۰ ص ۲۵)

صحابی کو بدخصلت غنڈا لکھ دیا

امین احسن اصلاحی نے صحابی کے لیے اپنی تحقیق کے نتیجے میں اپنی تفسیر میں "نہایت بدخصلت غنڈا" کا لفظ استعمال کیا (نقل کفر، کفر نباشد)

صحابیہ کو چکلا چلانے والی لکھ دیا

جاوید غامدی صحابیہ خاتون کے بارے میں کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) "وہ چکلا چلاتی تھی"

(ماہنامہ میثاق، دسمبر 2007ء)

امیرِ ملّت حافظ پیر سیّد جماعت علی شاہ، شیرِ ربّانی میاں شیر محمد شرقپوری
مُفسّرِ قرآن مولانا نبی بخش حلوائی، اور شارح کنز الدّقائق مولانا محمد عبداللہ سلطانی
کے استاذ حضرت مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قریشی نسباً والقادری مشرباً

قطبِ لاہور

(المتوفیٰ ۱۳۲۶ھ بمطابق ۱۹۰۸ء)

سنگِ مرمر پر کندہ قرارداد کے الفاظ

"باتفاق انجمن حنفیہ وحکمِ شرع شریف یہ قرار پایا کہ
کوئی وہابی، رافضی، نیچری یا مرزائی مسجد ھٰذا میں
نہ آئے اور خلاف مذہبِ حنفیہ کوئی بات نہ کرے"
فقیر غلام قادر حنفی، متولّیِ مسجد بیگم شاہی

ترتیب وتہذیب: ڈاکٹر محمود احمد ساقیؔ

ادارہ اہلِ سُنّت وجماعت لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبب تالیف

فاضلِ اجلؔ، عالمِ بے بدل عارفِ لَم یزل، تاج الفُقہاء، رئیس العلماء، حامی السنّن، ماحی البدعۃ والفتن، زبدۃ العارفین، قُدوۃ السالکین حضرت مولانا مولوی غلام قادر صاحب رحمتہ اللہ علیہ قریشی نسباً ہاشمی نسباً نظامی، حنفی قادری چشتی، سیالوی، بھیروی ثم لاہوری کے وصال مبارک کو نصف صدی سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ لازمی تھا کہ آپ کے سوانحِ حیات وحالات طیّبات عرصہ سے صفحات قرطاس پر طبع ہو کر اربابِ ذوق کے ہاتھوں میں پہنچ جاتے۔ تاکہ لوگ آپ کی پاکیزہ زندگی کی یاد کو تازہ کر کے فیضیاب ہوتے رہتے۔ مگر افسوس کہ اس اشد ضروری اور اہم ترین کام کی طرف اصلاً توجہ نہ کی گئی۔

اس قدر عرصہ کے بعد جب احقر ہیچ میداں نے دیکھا کہ حضرت مولانا کے مرید وخلفاء اور خدام جوان کے دیدار پرانوار سے سرشار اور جن کے قلوب آپ کے فیضیان باطنی اور توجہ قلبی سے منور ہوتے رہے اس دنیا کی ناپائیداری کی وجہ سے دن بدن کم ہوتے جا رہے ہیں اور گنتی کے چند نفوس باقی رہ گئے ہیں، تو قدرتاً اس بات کا خدشہ پیدا ہوا کہ جب یہ چند لوگ بھی داعی اجل کو لبیک کہہ کر عالمِ بقا کو سدھاریں گے تو پھر آپ کا ذکرِ خیر کس

طرح ہوا کرے گا؟ اور آپ کی یاد کیسے تازہ ہوگی؟ بدیں وجہ خاکسار کو اس ضروری کام کی طرف عملی قدم اٹھانے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ جب احقر نے آپ کے خاندانِ ذیشان کے افراد اور متوسّلین و معتقدین کے سامنے اپنی اس خواہش کا ذکر کیا تو الحمدللہ سب نے اس کی تائید کی، اور حضرت قبلہ مولانا فاضل بھیروی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی روحانی طور پر اس ناچیز کی ہمت بندھائی۔ اس لیے میں نے خدا کا نام لے کر اس کام کو شروع کر دیا۔

اس قدر عرصۂ بعید اور مدّتِ مدید کے بعد حضرت کے تمام حالات زندگی پاک کے واقعات کا مہیا کرنا اگر ناممکن نہ تھا۔ تو آسان بھی نہ تھا۔ لیکن احقر نے استقلال سے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا عزم کر لیا۔ چنانچہ عرصہ تک آپ کے خاندان کے افراد اور آپ کے نام لیواؤں سے مل کر اور خط و کتابت کر کے حتی الوسع پوری صحت تحقیق اور کوشش سے کچھ حالات فراہم کر لیے، جو اس مختصر سے مرقّع میں ناظرین کے سامنے پیش ہیں۔ الحمدللہ علی احسانہٖ۔

خداوندِ خلق ار نہ یاری کند — کجا بندہ پرہیز گاری کند

یہ کتاب جو حضرت فاضلِ اجلّ رحمتہ اللہ علیہ کے فضائل و حالات کو اتنا ہی ظاہر کر سکتی ہے، جتنا کہ ایک ذرہ آفتاب کو! چند ابواب پر مشتمل ہے، جن میں آپ کی حیاتِ طیبہ، فضائل و شمائل، معمولات و ارشادات، کشف و کرامات وفات اور اولاد کا ذکر ہے۔

اس کتاب کی تالیف وتدوین میں جن حضرات نے میری مدد فرمائی، میں ان کا بیحد ممنون ومشکور ہوں۔ جزاھم اللّٰہ خیرالجزاء۔

مابداں مقصد عالی نتوا نیم رسید
ہاں مگر لطف شما پیش نہد گامے چند

مجھے اس امر کے اقرار میں کوئی عار نہیں کہ بوجہ میری کم علمی اور بے بضاعتی کے اس تالیف میں بہت سی علمی اور ادبی غلطیاں ہوں گی۔اس لیے قارئین کرام سے مؤدّبانہ التماس ہے کہ ان فروگزاشتوں کی اصلاح فرما دیں۔

بہ پوش گر بہ خطائے رسی وطعنہ مزن
کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطانشود

آخر میں بدرگاہِ رب الارباب حضرت رب العزت جلّ معبدہ العظیم سے نہایت عجز وانکساری کے ساتھ دست بدُعا ہوں کہ اوسبحانہ احقر کی اس ناچیز کوشش کوشرفِ قبولیت بخشے اوراس کارِ خیر کو میرے لیے، اس میں امداد کرنے والوں، حضرت کے متوسلین اور خدّام اور قارئین کے لیے باعثِ برکات وسعادتِ دارین بنائے۔آمین ثم آمین برحمتک یاارحم الرّاحمین!!

سجادہ نشین
صاحبزادہ محمد اختر سلیمان قریشی
خطیب بیگم شاہی مسجد لاہور

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحِیم

اَلحمدُ للّٰہ الَّذی جَعُل الُعلماء ورثۃ اَنبیاءہٖ و کشف لھم حیاضُ جمالہ و حسن بھانہ، و فلق لھم صُبُح انوارہٖ، واط لع علیھم شمس اسرارہ واتّم لھم قمر حقائقہ، و منَّ علیُھم باسباغ نعماتہ، و ھداھم سبل السَّلام و طرائق قربہ، و قدّس ارواحھم و اعطاھم انس غرائمہ، و فتح عَلیُھُم باب ذکرہٖ وارفع عنھم الحجب و جذبھم اِلٰی دار فردا انیّتہٖ، و اکرمھم و عُرس لھم حضرۃ حضراتہٖ، وابقاھم تہ تجلّی بسرِّ ذاتہ، والصّلوۃ والسَّلام والتَّحیَّات والبرکات علی اکمل موجوداتہ، سیِّدنا و مولانا مُحمّد وَّ عَلٰی الہ و اصَحابہٖ و اولادہٖ و ذرّیاتہ، امّا بعد فھذہٖ تذکرۃ الفاضل الجلیل و الکامل النبیل الَّذی کان نائب الامام الاعظم والھمَّام الافخم فی الفقہ والشریعۃ و خلیفۃ الغوث الاعظم فی السلوک والطریقہ اعنی مولانا المولوی عبدالقادر الشھیر بغلام قادر البیروی مولّدا واللاھوری مسکّنا وَسَمَّیتُھا راحۃ الخاطرفی ترجمۃ مولانا غلام قادر البیروی قدس سرہُ العلٰی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول

حیاتِ طیّبہ، فضائل، شمائل، معمولات وارشادات

خاندان وولادت

آپ کا نام نامی اسم گرامی عبدالقادر تھا علمائے کرام کی جماعت میں آپ اسی نام سے مشہور تھے۔آپ کی مہر پر بھی یہی کندہ تھا مگر عوام میں آپ غلام قادر کے نام سے مشہور تھے۔

آپ قریش کے ذی عزت اور والاشان خاندان کے ایک درخشاں فرد تھے آپ کے مورثِ اعلیٰ سندھ کے علاقے کے باشندے تھے۔آپ کے خاندان کے معمرّ بزرگوں کا قیاس ہے کہ ان کے جدِ بزرگوار تسخیرِ سندھ کے بعد اشاعتِ اسلام کے جذبہ سے نقل مکانی کر کے اس علاقے میں مقیم ہوئے تھے۔اس کے بعد بعض سیاسی انقلابات سے مجبور ہو کر اس علاقے سے منتقل ہو گئے اور پنجاب کے ضلع سرگودھا کے ایک مشہور معروف قدیمی اور تاریخی شہر بھیرہ میں مقیم ہو گئے۔یہ شہر ان دنوں ایک مرکزی حیثیت رکھتا تھا اور وہاں علوم وفنون کا بہت چرچا تھا۔حضرت مولانا اسی شہر میں پیدا ہوئے۔

آپ کے والد ماجد کا اسمِ گرامی حضرت مولانا مولوی عبدالحکیم صاحب تھا۔ جو حضرت مولانا مولوی جان محمد صاحب کے صاحبزادے تھے۔ان کے والد کا نام حضرت مولانا مولوی محمد صدیق تھا۔حضرت مولانا کے دو حقیقی بھائی حضرت مولانا مولوی غلام حیدر اور حضرت مولانا مولوی غلام حسن صاحب بھی تھے۔ان میں موخر الذکر بزرگ تو عین عنفوان شباب میں واصل باللہ ہو گئے اوّل الذکر حضرت مولانا کے بعد راہگرائے عالمِ جاودانی ہوئے۔آپ کے خاندان کا علمی شہرہ کئی پشتوں سے اکناف واطراف علاقہ میں پھیلا ہوا تھا۔چنانچہ سالہا سال سے سینکڑوں طلباء اس خاندان کے سرچشمہ فیض سے علمی فیضان حاصل کرتے چلے آرہے تھے۔

پیدائش کے وقت ہی آپ کا ناصیہ ایک خاص قسم کے نور سے منور تھا جس کو دیکھ کر ہر شخص بلا اختیار بول اٹھتا کہ خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ بچہ اپنے خاندان کے لیے مایۂ نازو باعثِ افتخار بنے گا۔

بالائے سرش زِ ہوشمندی　　　　　مے تافت ستارۂ بلندی

عالمِ طفولیت

ہوش سنبھالتے ہی آپ کو والدِ محترم نے حصولِ علم کی طرف متوجہ کر دیا۔ اور سب سے پہلے آپ کو قرآن پاک کی تعلیم دے کر آپ کے دماغ ودل اور سینہ کو قبولیت علوم کے لیے منوّر اور مجلّٰے کر دیا۔قرآن پاک مکمل کر لینے کے بعد آپ کو دوسرے علوم کی ابتدائی کتب کی تعلیم میں لگا دیا گیا۔اور آپ

بڑے شہرۂ آفاق عالم آپ کے پاس علمی مذاکرات کے لیے آتے اور حضرت مولانا کی باریک بینی، نکتہ سنجی اور تفقہ فی الدِّین میں کمال کی تعریف کرتے۔

چنانچہ آپ کے دورِ طالب علمی کا یہ واقعہ اکثر لوگوں کی زبانی سنا گیا کہ دہلی کے ایک مشہور و معروف غیر مقلد مولوی صاحب نے آپ سے نماز جمعہ کے متعلق گفتگو کی آپ نے چند سوالوں میں ہی انھیں لا جواب کر دیا اور وہ آپ کے مسلک کے قائل ہو گئے۔

مراجعتِ وطن

قیامِ دہلی کے دوران میں ہی آپ کے برادر خورد حضرت مولانا مولوی غلام حسن صاحب کا بھیرہ میں انتقال ہو گیا۔ آپ کو خبر ملی تو سخت مغموم اور افسردہ ہوئے۔ سچ ہے

دریں دنیا کسے بنعیم نہ باشند   اگر باشد بنی آدم نہ باشد

آپ تکمیلِ علوم تو کر چکے تھے۔ اس خبر وحشتِ اثر کو سنتے ہی بھیرہ واپس تشریف لائے۔ آپ کے والدین اپنے اس بلند اقبال اور ہونہار فرزند کو اس عرصہ بعید کے بعد دیکھ کر باغ باغ ہو گئے۔ چند دنوں کے بعد جب رنج و غم کا بوجھ ہلکا ہوا، تو واپسی کا ارادہ فرمایا۔ لیکن والد ماجد نے روک لیا اور اپنے وطن کے لوگوں کو فیضیاب کرنے کا حکم دیا۔ آپ کی دلی خواہش واپس دہلی پہنچ کر درس و تدریس کا سلسلہ جاری کرنے کی تھی لیکن آپ نے جب اپنے والد ماجد سے اپنے اس ارادہ کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: ”جان

من! اس شہر میں پہلے ہی علماء کی کمی نہیں ۔ جو اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اشاعتِ علومِ اسلام کے لیے پوری پوری کوشش کر رہے ہیں۔ تم اپنے اس علاقہ کو سنوارو جو بوجہ اپنی جہالت کے فرائضِ دین کے علم سے بھی عاری تھے۔ والدِ مکرّم کی اس خواہش کے سامنے آپ کو سرنگوں ہونا پڑا اور آپ نے دہلی جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

بیعت

بھیرہ میں قیام کیے ابھی آپ کو تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا۔ کہ آپ کے دل میں روحانی تکمیل کا خیال پیدا ہوا۔ اس مبارک زمانے میں سیال شریف ضلع سرگودھا میں قطب الاقطاب شمسِ بازغہ حضرت خواجہ شمس الدّین چشتی سیالوی رحمتہ اللہ علیہ جلوہ آراء تھے اور تشنگانِ معرفتِ خداوندی اور طالبانِ عشقِ حقیقی جوق در جوق اس سرچشمۂ فیوض و برکات کی خدمتِ سراپا برکت میں پہنچ کر فائز المرام ہوتے تھے۔ اور آپ کا شہرہ چار دانگِ عالم میں پھیلا ہوا تھا۔ حضرت خواجہ صاحب تصوف کے مشہور خاندانِ چشت اہلِ بہشت کے درخشاں آفتاب تھے۔ آپ حضرت شیخ المشائخ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفائے نامور میں سے تھے۔ حضرت مولانا کو اسی خاندان ذی شان سے تعلق پیدا کرنے کا اشتیاق تھا

اگر از جانب معشوق نہ باشد کششے
کوشش عاشق بیچارہ بجائے نرسد

چنانچہ آپ سیال شریف حاضر ہو گئے اور حضرت خواجہ کے آستانۂ عالیہ پر حاضر ہوئے، انھوں نے کشفِ قلبی سے آپ کو پہلی نظر میں ہی جانچ کر معلوم کر لیا کہ ان میں خداوندِ تعالیٰ نے ایک ایسی استعداد ودیعت فرمائی ہے ۔کہ اگر اس کی صحیح طور پر نشو ونما کی گئی تو یہ جوان مہرِ تاباں کی طرح ایک جہان کو منور کرے گا۔ چنانچہ چند دنوں میں ہی حضرت خواجہ نے حضور کو اپنے سلسلۂ عالیہ میں داخل فرما کر ظاہری اور باطنی کمالات سے مالا مال کر دیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

گر بخواہی راحتِ دوراں غلام شمس شو
بر درش جاں رانما قربان غلامِ شمس شو
عزت کونین گر خواہی وگنجِ جاوداں
بایقین و اعتقاد جان غلامِ شمس شو

حضرت مولانا نے دربار شریف سیالوی میں کچھ دیر قیام کیا۔ اور اپنے پیر و مرشد کی ہدایات و ارشادات کے مطابق خوب مجاہدے اور ریاضیات کیے۔ اس کے علاوہ آپ نے تواضع مستعدی اور خلوص سے پیر و مرشد اور آستانۂ عالیہ کی خوب خدمت کی۔

از سوز محبت چہ خبر اہل ہوس را　　　ایں آتش عشقست نہ سوز و ہمہ کس را

اس طرح کچھ عرصہ وہیں قیام فرما کر روحانی مقامات اور منازلِ سلوک طے فرمائیں۔ آخر پیرِ روشن ضمیر نے آپ کو واپسی کی اجازت مرحمت فرمائی

اور وقت ضرورت کمالِ مروت و مہربانی اور ملاطفت سے اپنی زبانِ فیضِ ترجمان سے فرمایا۔

''مولوی صاحب! آپ کا نکاح دریائے
جہلم کے کنارے ایک گاؤں میں ہوگا۔''

بھیرہ واپس پہنچ کر آپ نے والدینِ کریمین سے حضرت خواجہ کے اس فرمان واجب الاذعان کا تذکرہ کیا۔ آپ کے والد ماجد اس بشارت کو سن کر بہت خوش ہوئے اور اس کے ظہور کے منتظر رہنے لگے۔ کچھ عرصہ کے بعد انہیں کسی ضروری خانگی معاملے کے لیے کہیں جانا پڑ گیا دورانِ سفر اپنے ایک قریبی رشتہ دار حضرت مولانا مولوی شیر محمد صاحب کے ہاں شب باش ہوئے۔

مولانا موصوف اس علاقہ میں نہ صرف اپنی نجابتِ نسبی، اعلیٰ اوصاف اور بلند اخلاق کی وجہ سے ممتاز تھے بلکہ عارفِ کامل اور زاہد و عابد بھی مشہور تھے۔ خدا کی شان دوسرے دن علی الصبح اٹھتے ہی حضرت مولانا کے والد ماجد کے پاس ازخود تشریف لائے اور یوں گویا ہوئے۔

''میرے گھر میں صرف ایک لڑکی ہے جو میرے گھر کا چراغ ہے میں
اسے آپ کے صاحبزادے غلام قادر کے نکاح میں دینے کے لیے
مامور کیا گیا ہوں۔''

حضرت مولانا سمجھ گئے کہ حضرت شمس بازغہ سیالوی علیہ الرحمتہ کے

فرمان کا ظہور ہوا ہے اس لیے آپ نے اس رشتہ کو بسر و چشم قبول کیا۔ اور اسی دن اپنے بلند اقبال اور ہونہار فرزند دلبند کو منسوب فرما دیا۔

مولانا کا گورداسپور تشریف لے جانا

انھی دنوں حضرت مولانا قُدِّس سرہ کو شہر گورداسپور سے ایک مخلص دوست کے متواتر متعدد خطوط موصول ہوئے جن میں انھوں نے اپنی اور اہالیانِ شہر کی طرف سے مولانا سے درخواست کی تھی کہ آپ یہاں تشریف لا کر انھیں اپنے چشمۂ علم سے سیراب اور فیض یاب فرمائیں۔ آپ نے ان کی درخواست قبول فرمائی۔ اور عازمِ گورداسپور ہو گئے۔

وہاں پہنچنے پر لوگوں نے آپ کا پر جوش استقبال فرمایا اور عزت و احترام کے ساتھ آپ کو شہر لے گئے۔ آپ نے وہاں پہنچ کر ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی تھوڑے عرصے میں آپ کے علم و فضل کا چرچا دور و نزدیک ہو گیا اور بیسیوں طالبِ علم کشاں کشاں مدرسہ میں اکتسابِ علم کے لیے آ پہنچے۔ اسی دوران اس علاقہ کے ایک ہندو راجہ نے بھی آپ کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا اور آپ کو اپنا اتالیق مقرر کیا۔ راجہ مزکور کو ابھی آپ کے شرفِ صحبت سے فیض یاب ہوئے بہت کم عرصہ ہوا تھا کہ قضا و قدر کے اٹل ہاتھوں نے اسے آ پکڑا۔ اور اسے اس سرائے فانی کو چھوڑنا پڑا۔

مراجعتِ وطن

اس کے چند روز بعد آپ کو وطن سے ایک چٹھی ملی جس میں آپ کے

مہربان چچا کے انتقال اور والد محترم کی مغمومی اور پریشانی دل کی خبر وحشت اثر درج تھی ۔ آپ اس سے اس قدر متاثر ہوئے کہ مراجعتِ وطن کے لیے بے قرار ہو گئے چنانچہ اپنے مدرسہ کو ایک منتہی شاگرد کے حوالے کر کے واپس تشریف لے آئے ۔ اور قبلہ والد صاحب کے پاس بھیرہ ہی میں رہ کر رشد وہدایت اور درس وتدریس کا کام جاری رکھنے کا ارادہ فرمالیا۔

اہالیانِ گورداسپور نے متعدد خطوط ارسال کر کے واپسی کی درخواست کی ۔ چند دفعہ وہاں کے کچھ ذی اثر اور مقتدر لوگ بھی آئے ۔ لیکن والدِ محترم نے آپ کو اپنے سے جدا کرنا گوارانہ فرمایا۔ اورانھیں محروم واپس جانا پڑا۔

حضرت مولانا کالاہور تشریف لانا اور ملازمت

حضرت مولانا کے والد ماجد کے پاس ان دنوں ایک مجذوب خادمِ خاص مسمّی خدا بخش عرف جھلی والے سائیں رہتے تھے۔ وہ صاحبِ کشف و بصیرت بزرگ تھے۔ حضرت مولانا کو گورداسپور سے آئے ہوئے ابھی بمشکل دو سال ہوئے تھے کہ ایک دن آپ کے والد سے کہنے لگے:

"مولانا صاحب! قحط پڑنے والا ہے اس کے لیے کچھ غلہ فراہم کر لیں۔"

آپ نے فرمایا: "سائیں جی ہمیں فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنی مخلوق کو رزق پہنچانے کا ذمہ اس رزّاقِ مطلق نے لے رکھا ہے۔ اس لیے وہ خود کوئی نہ کوئی سبب پیدا فرمادے گا۔"

کی رائے درست نہیں ہے۔ آپ کو اپنے خیالات بدلنے ہوں گے۔ حضرت مولانا نے اس کی بات سن کر خفگی سے فرمایا:

''میں نے شریعت کے مطابق بات کی ہے۔ آپ کو ہمارے شرعی خیالات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔''

''آپ کو یہاں رہتے ہوئے ایسے خیالات ترک کرنے ہونگے۔'' پرنسپل نے غصے سے کہا: ''شرعی معاملات میں آپ کو ردو بدل کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ اگر آپ اس چیز کو برداشت نہیں کرتے تو میں یہاں ملازمت نہیں کرسکتا۔'' مولانا نے بے خوف ہو کر کہا اور اپنے کمرے میں جا کر استعفے لکھا اور پرنسپل کو بھیج کر گھر چلے گئے، سچ ہے۔

مقامِ سلطنت درویش دارد　　زصد سلطان فراغت بیش دارد

نہ بندد دل بدنیا ہر کہ مرداست　　کہ دنیا سر بسر اندوہ و درداست

خطابت اونچی مسجد

ان دنوں آپ بھاٹی دروازہ کے اندر اونچی مسجد کے قریب ایک بالاخانے میں مقیم تھے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ نے کالج کی نوکری سے استعفے دیدیا ہے تو اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اس علاقہ کے مقتدر لوگوں کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اونچی مسجد کی خطابت کو مستقل طور پر سنبھالنے کی درخواست کی۔ آپ کبھی کبھی اس مسجد میں بھی خطبہ دیا کرتے تھے۔ آپ نے لوگوں کا ذوق وشوق ملاحظہ فرمایا تو ان کی درخواست قبول

فرمائی۔

کالج کے پرنسپل نے بھی آپ کو واپس بلانے کی بہت کوشش کی اور متعدد روئسا اور زعماء شہر آپ کے پاس بھیجے لیکن آپ نہ مانے اور فرمایا۔

مفلسی است گنج ایزدی　　فقر مارا فخر آمد عار نیست

اس کے بعد آپ نے نوکری اور ملازمت کا خیال بالکل ترک کر دیا اور مسجد مذکور میں ہی متوکلانہ زندگی بسر کرنے کا ارادہ کر لیا اور اپنی دینی خدمت اور لوگوں کی رشد و ہدایت کو ہی اپنا نصب العین مقرر فرما لیا:

حُبُّ الدُّنیَا رَاسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ　　وَتَرْکَ الدُّنْیَا رَأسُ کُلِّ عِبَادَۃٍ

آپ چند سال اسی مسجد میں مقیم رہے اور اس علاقے کے مسلمانوں بالخصوص اور تمام شہر اور نواحی بستیوں کے لوگ بالعموم جوق در جوق جمعہ کے دن مسجد میں آکر آپ کے ارشادات سے فیضیاب ہوتے۔

حضرت کا علمی شہرہ اور تلامذہ

آپ کی بے نفسی، حق گوئی اور زہد و اتقاء کا شہرہ اطراف و اکناف شہر میں اس قدر پھیل گیا کہ تھوڑے ہی عرصے میں آپ علمائے عصر میں ممتاز و سرفراز ہو گئے۔ چنانچہ بڑے بڑے علماء و فضلاء آپ کی خدمت میں علمی الجھنوں کی عقدہ کشائیوں کے لیے آنے لگے اور آپ کے سامنے زانوئے شاگردی طے کرنے لگے۔ ان حضرات میں سے چند کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱- امیر ملّت حافظ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمتہ اللہ علیہ

۲- حضرت مولانا مولوی غلام احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ مدرس اعلیٰ جامعہ نعمانیہ، لاہور

۳- حضرت مولانا صدر الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ موضع کھوکھر ضلع جہلم

۴- حضرت مولانا حکیم محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ سلامت پورہ ضلع لاہور

۵- حضرت مولانا غلام حیدر قریشی صاحب رحمتہ اللہ علیہ امام وخطیب مسجد خراسیاں لاہور

۶- حضرت مولانا مولوی قمر الدین صاحب سابق امام وخطیب مسجد خراسیاں لاہور

۷- حضرت مولانا مولوی حمید الدین صاحب مزنگ لاہور

۸- میاں افتخار الدین صاحب باغبانپورہ

۹- حکیم احمد شجاع بازار حکیماں لاہور

۱۰- حضرت شیرِ ربّانی میاں شیر محمد صاحب شرقپوری شرقپور شریف

۱۱- مولونا نبی بخش حلوائی (مصنف تفسیر نبوی ۱۶ جلد)

۱۲- مولانا محمد عبداللہ سلطانی شارح کنز الدّ قائق (عربی) سانگلہ ہل شیخوپورہ

آپ کی شادی اور والدین کا انتقال

گورداسپور کے قیام کے دوران آپ کی شادی خانہ آبادی موضع اجڑ ضلع جہلم میں کردی گئی تھی۔اسی دوران میں جبکہ آپ لاہور میں مقیم تھے۔ پہلے آپ کی والدہ ماجدہ پھر حضرت والد ماجد صاحب یکے بعد دیگرے اس ناپائدار اور فانی دنیا کو چھوڑ کر خلد مکانی ہوئے۔آپ کو ان واقعات ہائلہ سے سخت صدمے پہنچے۔مگر آپ نے زمامِ صبر وتحمل کو ہاتھ سے نہ دیا۔

از دستِ دوست ہرچہ بیابی شکر بود
سعدی رضاء خود مطلب جز رضائے دوست

ترکِ ملازمت کے بعد انجمن اسلامیہ کے چند مقتدر اراکین نے آپ سے بادشاہی مسجد کی خطابت کے لیے باصرار درخواست کی مگر آپ نہ مانے اور اونچی مسجد میں ہی بڑی قناعت خلوص اور محویّت کے ساتھ لوگوں کی اصلاح اور وعظ ونصیحت میں مشغول رہے۔

اے دل بہ قضاہائے خدا راضی باش نے درغم مستقبل نے ماضی باش
قسمت چوترا یکے ست دہ مے طلبی دہ گے تبو مے دہند خود قاضی باش

مسجد بیگم شاہی کے تاریخی حالات

آپ پوری دلجمعی شوق وذوق اور رغبت کے ساتھ اونچی مسجد میں فریضہ تبلیغ ادا کر رہے تھے اور درس وتدریس میں مشغول تھے۔ لیکن قضاوقدر نے آپ کے لیے ایک مہتمم بالشّان کام مقدر کر رکھا تھا۔

مسجد بیگم شاہی واقع اندروں مستی دروازہ لاہور دورِ مغلیہ کی ایک قابلِ قدر اور عظیم الشان یادگار ہے۔ یہ مسجد ملکہ مریم زمانی نے جو شہنشاہ محمد اکبر جلال الدین کی بیوی تھی۔ مغلِ اعظم شہنشاہ نور الدین جہانگیر کے عہدِ معدلت مہد میں میں تعمیر کرائی تھی۔ یہ مسجد بالکل بوسیدہ شکستہ اور خراب وخستہ ہو چکی تھی اور بالکل بے آباد اور ویران تھی۔ اس کے گردوپیش کا علاقہ بالکل غیر آباد اور ویران سا تھا سکھ اپنے عہدِ حکومت میں اسے بطور بارود خانہ استعمال کرتے رہے تھے چنانچہ اس وجہ سے اس زمانے میں اس کا نام بارود خانہ والی مسجد مشہور تھا۔ سکھ اس ضرورت کے لیے اس متبرک مقام کے اندر گھوڑے خچر اور گدھے باندھا کرتے تھے۔ ان کی اس چیرہ دستی سے مسجد کی عمارت بالکل خراب اور شکستہ ہو چکی تھی اور اس خوشنما اور دلکش رنگین گلکاری جس کی نظیر شہر کی قدیمی عمارات میں بالکل معدوم ہے۔ دھوئیں سے سیاہ ہو کر خراب اور جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ کر تقریباً محو ہو چکی تھی۔ اس کا فرش تالاب اور کوئیں سب نابود تھے۔ مسجد کے اندر اور اس کے صحن میں جابجا

گڑھے پڑے ہوئے تھے اور ان میں خودرو جھاڑیاں اور مختلف اقسام کے پودے اُگے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ مسجد کی عمارت میں جا بجا گولیوں کے نشان بھی تھے جو زمانہ حال سے سکھا شاہی کے دورِ استبداد کے مظالم اور تعدّی کی گواہی دے رہے تھے اس کی ملحقہ زمین اور عمارات پر اغیار قابض ہو چکے تھے۔ الغرض مسجد سخت ناگفتہ حالت میں تھی سکھوں کے چندروزہ دور دورہ کے بعد انگریزوں نے جب زمین پنجاب میں اپنا تسلط قائم کیا تو 1850ء میں ڈپٹی کمشنر لاہور نے اسے مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔

جس زمانے میں حضرت مولانا اونچی مسجد بھاٹی میں مقیم تھے ان دنوں اس مسجد کی تولیت ایک معمّر بیوہ مسماۃ مائی جیواں کے قبضہ میں تھی متولّیہ مذکورہ مسجد کے اندر ہی بائیں جانب اس مرتفع چبوترے پر ایک سادہ سے مکان میں رہتی تھی جہاں آجکل بیل بوٹے اور چند درخت مسجد کی زینت کو دوبالا کر رہے ہیں۔

اس وقت تک مسجد کی حالت بھی کچھ درست ہو چکی تھی۔ اس علاقے کے مسلمانوں نے اس کی مرمت کروا کر اسے عبادت کے لائق بنا لیا تھا مائی صاحبہ نے وہاں ایک طالب علم رکھا ہوا تھا جو پنج وقت نمازوں کا اہتمام کرتا تھا اور علاوہ محلہ کے چند نمازیوں کے گاہے گاہے کوئی راہگیر بھی خدائے برتر کی درگاہ میں سجدۂ عبودیّت ادا کرنے کے لیے داخل ہو جاتا۔ مگر ماحول کے غیر آباد ہونے کی وجہ سے مسجد کی آبادی اور رونق کی صورت کما حقہ نہ بن سکی تھی۔

دار کے ہاں چلی گئی۔ حضرت مولانا نے ہر چند اسے وہیں مقیم رہنے کے لیے کہا لیکن وہ نہ مانی۔ خدا کی شان کہ مسجد سے جانے کے تھوڑا ہی عرصہ بعد وہ بیمار پڑ گئی اور چند روز صاحبِ فراش رہ کر راہی ملکِ عدم ہو گئی۔ مائی صاحبہ مرحومہ کا مزار گڑھی شاہو کے قدیمی قبرستان میں ہے۔

انجمن حنفیہ کا قیام اور مسجد کی مرمت

حضرت مولانا کے تصرّف اور کششِ باطنی سے جب لوگوں کا رجوع مسجد کی طرف ہو گیا تو آپ نے سب سے پہلے وہاں ایک انجمن کی بنیاد ڈالی۔ جس کا نام ''انجمن حنفیہ'' رکھا گیا حضرت کے اثرِ باطنی اور انجمن کے کارکنوں کی سرگرمی سے تھوڑے ہی عرصے میں سینکڑوں اشخاص اس انجمن میں شامل ہو گئے۔ انجمن کا مقصدِ اوّلین مسجد کی مرمت اور پھر وہاں ایک دینی مدرسہ کا قیام تھا چنانچہ اس کے ممبروں نے روپیہ کی فراہمی کا کام بڑی کوشش اور محنت سے شروع کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں کافی روپیہ جمع ہو گیا۔ جس سے آپ نے مسجد کی مرمت کا کام شروع کروا دیا۔ آپ نے یہ کام انجمن کے چند ایسے اراکین کے سپرد کر دیا جو فنِ تعمیر سے واقفیت رکھتے تھے۔

سب سے پہلے مسجد میں فرش لگوایا گیا پھر صحن کے درمیان تالاب بنوایا گیا۔ مسجد کا ایک کنواں جو جنوب کی طرف کچھ اچھی حالت میں تھا اسے صاف کروا کے مرمت کروایا گیا اور اس کے ملحق وضو کی جگہ اور غسل خانے

وغیرہ بنوائے گئے۔ منبر اور مسجد کی عمارت کو پوری طرح مرمت کروایا گیا۔ شکستہ اور خراب شدہ بیل بوٹوں کو ازسرِ نو بنوانا مشکل تھا لیکن باقی ماندہ کو آئندہ شکست وریخت سے محفوظ کر لیا گیا۔ تا کہ ان سے مسجد کی شانِ رفتہ کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ مسجد میں داخل ہونے کے لیے دو دروازے مشرق اور شمال کی طرف ہیں۔ ان دونوں دروازوں پر پرانے کتبے آج تک موجود ہیں۔ چنانچہ دروازہ مشرق پر یہ لکھا ہے۔

شاہ عالم گیر نورالدین محمد بادشاہ — بادیارب دو جہاں روشن چو نور مہر و ماہ

اور شمالی دروازہ پر یہ کتبہ نصب ہے۔

اللہ اکبر

منت ایزد راکہ آخر گشت کا راز ابتدائے
ھم بتوفیق خدو حکم صاحب مندے
حضرت مریم زمانی، بانئے ہذا لمکان
کز عنایاتِ الٰہی ساختہ نے جائے ہدیٰ
از پئے تاریخ ختم ایں بنائے چوں بہشت
فکر ے کر دم کہ آخر یا فتم خوش مسجدے

مسجد کے جنوبی جانب کے تینوں حجروں کو درست کروا کر حضرت مولانا ... اپنی اور طلباء کی رہائش کے لیے مخصوص فرمایا حجرہ مغربی میں آپ

خود مقیم ہوئے اور باقی دونوں کمرے مسجد کے خدّام اور طلباء کے لیے مقرر فرمائے جس انجمن کی حضرت نے بنیاد ڈالی تھی اس کے صدر خود ہی تھے۔ وہ انجمن آپ کے خلوص اور بے لوث خدمت کی برکت سے دن بدن بلکہ آن بان ترقی کرتی گئی۔ یہاں تک کہ حنفی العقیدہ لوگوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی اس میں شامل ہونے کا شوق پیدا ہو گیا۔

چنانچہ موضع بٹالہ کے ایک غیر مقلد مولوی صاحب بھی شہر کے چند معزز لوگوں کی سفارش سے اس انجمن میں شمولیت کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن جب حضرت مولانا نہ مانے تو ایک دن انجمن کے اجلاس کے موقع پر معہ چند رفقاء کے آ مسجد میں داخل ہوئے اور جلسہ میں شامل ہو کر اپنے مقصد کے حصول کی تحریک پیش کر دی حضرت مولانا نے اسکے جواب میں سرو قد کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:

''حاضرین کرام! رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ اصحابہ وسلم نے فرمایا:

لَوكَانَ العِلمُ اَوِالاِيمانُ معلِقًا بالثُّريا لَتَنَالُهٗ رَجُلٌ مِن اَبنَاء فَارِس۔

اگر علم یا ایمان ساتویں آسمان پر بھی معلق ہوگا تو ابنائے فارس میں ایک شخص وہاں سے اسے اتار لائے گا۔

بہ اتفاق محدثین کرام یہ حدیث پاک سیدنا واما منا حضرت امامِ اعظم

ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ہے۔

پھر حضور فداہ ابی وامی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا یہ بھی ارشاد ہے:

اَلْاِسْلَام نُوْرٌ وَالْکُفْرُ ظُلْمَۃٌ

یعنی اسلام بمنزلہ ایک نور ہے اور کفر ظلمت ہے

لیکن اس غیر مقلّد مولوی صاحب کی طرف آپ نے اشارہ کر کے فرمایا: نے اپنی ایک تصنیف میں حضرت امام عظم کی تحقیر کی نیت سے انہیں یافندہ لکھا ہے اور یہ کہ انہیں صرف سترہ احادیث یاد تھیں اور دوسری طرف اسی رسالہ میں غیر مسلم اور اسلام دشمن حکومت انگلیشیہ کی تعریف میں لکھا ہے کہ ہم اندھیرے میں تھے، انگریزی حکومت نے ہمیں نور بخشا۔

''بھائیو! کیونکہ ان مولوی صاحب کے یہ دونوں اقوال ہمارے آقا و مولیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ان ارشاداتِ گرامی کے خلاف ہیں۔ لہٰذا اب آپ حضرات خود موازنہ اور فیصلہ کریں کہ کیا یہ مولوی صاحب اس انجمن میں جس کا نام انجمن حنفیہّ ہے اور جو حضرت امام اعظم کے خدام اور خوشہ چینوں پر مشتمل ہے شامل کئے جا سکتے ہیں؟''

سب حاضرین نے آپ کی تائید کی اور وہ مولوی صاحب ناکام واپس ہوئے۔ تاہم حضرت مولانا کی سیدھی سادہ اور مدلل تقریر کا ان پر یہ اثر ہوا کہ انھوں نے آئندہ امام صاحب کے متعلق طعن و تشنیع سے اجتناب کیا۔ اور اس کے بعد سے انھوں نے اپنا لقب حنفی اہل حدیث مشہور کیا۔ اور کسی

خود مقیم ہوئے اور باقی دونوں کمرے مسجد کے خدّام اور طلباء کے لیے مقرر فرمائے جس انجمن کی حضرت نے بنیاد ڈالی تھی اس کے صدر خود ہی تھے۔ وہ انجمن آپ کے خلوص اور بے لوث خدمت کی برکت سے دن بدن بلکہ آن بان ترقی کرتی گئی۔ یہاں تک کہ حنفی العقیدہ لوگوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی اس میں شامل ہونے کا شوق پیدا ہو گیا۔

چنانچہ موضع بٹالہ کے ایک غیر مقلد مولوی صاحب بھی شہر کے چند معزز لوگوں کی سفارش سے اس انجمن میں شمولیت کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن جب حضرت مولانا نہ مانے تو ایک دن انجمن کے اجلاس کے موقع پر معہ چند رفقاء کے آ مسجد میں داخل ہوئے اور جلسہ میں شامل ہو کر اپنے مقصد کے حصول کی تحریک پیش کر دی حضرت مولانا نے اسکے جواب میں سرو قد کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:

"حاضرین کرام! رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ اصحابہ وسلم نے فرمایا:

لَوکَانَ العِلمُ اَوِالاِیمانُ معلِّقًا بالثُّریا لَتَنَالُہٗ رَجُلٌ مِن اَبنَاء فَارِس۔

اگر علم یا ایمان ساتویں آسمان پر بھی معلق ہوگا تو ابنائے فارس میں ایک شخص وہاں سے اسے اتار لائے گا۔

بہ اتفاق محدثین کرام یہ حدیث پاک سیدنا و امامنا حضرت امامِ اعظم

ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ہے۔

پھر حضور فداہ ابی وامی علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ بھی ارشاد ہے:

اَلْاِسْلَام نُورٌ وَالْکُفْرُ ظُلْمَةٌ

یعنی اسلام بمنزلہ ایک نور ہے اور کفر ظلمت ہے

لیکن اس غیر مقلد مولوی صاحب کی طرف آپ نے اشارہ کر کے فرمایا: نے اپنی ایک تصنیف میں حضرت امام عظم کی تحقیر کی نیت سے انہیں بافندہ لکھا ہے اور یہ کہ انہیں صرف سترہ احادیث یاد تھیں اور دوسری طرف اسی رسالہ میں غیر مسلم اور اسلام دشمن حکومت انگلیشیہ کی تعریف میں لکھا ہے کہ ہم اندھیرے میں تھے، انگریزی حکومت نے ہمیں نور بخشا۔

''بھائیو! کیونکہ ان مولوی صاحب کے یہ دونوں اقوال ہمارے آقا و مولیٰ صلّی اللہ علیہِ وسلّم کے ان ارشاداتِ گرامی کے خلاف ہیں۔ لہٰذا اب آپ حضرات خود موازنہ اور فیصلہ کریں کہ کیا یہ مولوی صاحب اس انجمن میں جس کا نام انجمن حنفیہ ہے اور جو حضرت امام اعظم کے خدام اور خوشہ چینوں پر مشتمل ہے شامل کئے جاسکتے ہیں؟''

سب حاضرین نے آپ کی تائید کی اور وہ مولوی صاحب ناکام واپس ہوئے۔ تاہم حضرت مولانا کی سیدھی سادہ اور مدلل تقریر کا ان پر یہ اثر ہوا کہ انھوں نے آئندہ امام صاحب کے متعلق طعن و تشنیع سے اجتناب کیا۔ اور اس کے بعد سے انھوں نے اپنا لقب حنفی اہل حدیث مشہور کیا۔ اور کسی

حدتک تقلید کے بھی قائل ہو گئے۔ جس پر غیر مقلدین ان سے ناراض ہو گئے لیکن انھوں نے ان کے اس اجتناب اور غصے کی پرواہ نہ کی۔ اور ایک رسالہ ""قیام اشاعۃ السُنّۃ" تحریر کیا جس میں لکھا کہ مجھے چھپن سال کے بعد اب معلوم ہوا ہے کہ جو لوگ ہٹ دھرمی اور ضد سے تقلید کو شرک کہتے ہیں وہ حق پر نہیں۔ اور عام طور پر وہ اس لغزش کے باعث عیسائی یا لا مذہب بن جاتے ہیں اور فسق و فجور تو عدم تقلید کا ادنیٰ سا اثر ہے۔

حضرت مولانا کا مذہبی پہلو

حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ جید حنفی مسلک کے بزرگ تھے اور رسولِ کریم محبوبِ رب العلمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے والہ وشیدا اور عاشق زار۔ حضرت امام ہمام امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اور آپ کی فقہ کے مقلِّدِ شرشار حضرت غوث اعظم عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے خادمِ جانثار تھے۔

آپ تقلید کے منکروں اور دوسرے باطل اور گمراہ فرقوں پر حسبِ فرمانِ نبوی علیہ الصّلوۃ والسّلام اَلْحُبُّ لِلّٰه وَالْبُغْضُ لِلّٰه یعنی محبت اور دشمنی محض خداوندِ تعالیٰ کے لیے ہونی چاہیے شدت فرمایا کرتے تھے۔ جب بھی کوئی بدعقیدہ شخص آپ سے ملاقات کرتا آپ اسے پہلے فرمانِ خداوندی اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ "یعنی لوگوں کو اپنے رب کی طرف حکمتِ عملی کی طرف بلاؤ" کے مطابق نرمی ملاطفت اور محبت کے اور دلائل شرعیہ کے ساتھ سمجھانے کی پوری کوشش کرتے۔ مگر جب کوئی شخص فرامین

باری تعالیٰ اور احادیث آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم سن کر بھی اپنی ضد پر قائم رہتا تو پھر آپ کو جوش آ جاتا اور شدت فرما کر اسے مجلس سے نکال دیتے۔ بلکہ مسجد سے باہر نکل جانے کا حکم دیدیتے۔

بالآخر جب آپ نے دیکھا کہ ان لوگوں سے مکالمہ کرنا اور انھیں سمجھانا محض تضیعِ اوقات ہے۔ وہ لوگ کج بحثی کرتے اور کسی طرح راہِ راست کی طرف نہیں آتے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے مطابق کہ "ایسے لوگ کمان کے تیر کی طرح ہیں جو کمان سے نکل کر واپس نہیں آ سکتا۔" علاوہ ازیں مائی جیواں مرحومہ نے بھی ایک جمعہ کے دن نماز کے بعد عام لوگوں کے سامنے آپ سے مسجد کو بدعقیدہ لوگوں کی آمد ورفت سے پاک رکھنے کی درخواست کی۔ بنابریں آپ نے ۱۳۱۳ھ بمطابق ۱۸۹۴ء میں حاجی مستری الٰہی بخش صاحب ساکن اندرون موری دروازہ لاہور سے سنگ مرمر پر کندہ کرا کر مسجد کی دیوار میں نصب کروا دیا جو بفضلہٖ تعالیٰ آج تک موجود ہے۔ تاکہ مسجد میں نہ بدعقیدہ لوگ داخل ہوں اور نہ اختلافِ عقیدہ کے باعث خانۂ خدا میں جھگڑے اور نزاع کی صورت پیدا ہو۔ اور مسجد میں جو ذکر اللہ اور مسلمانوں میں اتحاد و یکجہتی محبت اور موانست پیدا کرنے کا مقام ہے۔ منافشت اور منافرت کی جگہ اور دنگے اور فساد کا اکھاڑہ نہ بن جائے۔

قرارداد کے الفاظ یہ ہیں۔

باتفاق انجمن حنفیّہ و حکمِ
شرع شریف یہ قرار پایا کہ
کوئی وہابی، رافضی، نیچری
یا مرزائی مسجد ہذا میں نہ
آئے اور خلافِ مذہبِ
حنفی کوئی بات نہ کرے۔

(فقیر غلام قادر عفی عنہ متولّی مسجد بیگم شاہی 1313ھ)

حضرت مولانا کا توکل اور اتِّقاء

آپ دنیاداری اور جاہ طلبی سے سخت متنفر تھے آپ کے زہد وعلم اور اتقاء و پرہیزگاری کا چرچا دور ونزدیک پھیلا ہوا تھا اور ہر کہ ومہ آپ کی تعریف اور توصیف میں رطب اللّسان تھا، کئی کالج، اکثر دارالعلوم بیسیوں انجمنیں سینکڑوں روساء اور امراء آپ سے علمی فیوض و برکات حاصل کرنے کے مشتاق تھے۔ مگر آپ مسجد مذکور میں ہی متوکلانہ زندگی بسر کرتے رہے اور یہیں سے تشنگان علوم کو سیراب کرتے رہے۔ آپ کے ایک شاگرد حکیم امام بخش صاحب تھے جو حکمت میں خاص شہرت اور قابلیت کے مالک تھے اور خداوند تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں میں شفا بھی رکھی تھی جن دنوں آپ مسجد بیگم شاہی میں مقیم تھے وہ ریاست گوالیار کے راجہ کے خالص معالج تھے۔ راجہ پر ان کا بہت اثر تھا۔ حکیم صاحب کیونکہ حضرت کے عاشق صادق تھے اور بمصداق مَنْ اَحَبَّ شیئًا اَکثَر ذِکْرَہٗ یعنی جو کسی چیز سے محبت کرتا ہے اکثر اوقات اس کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ حکیم صاحب راجہ کے سامنے حضرت مولانا کا اکثر ذکر کرتے رہتے تھے جس سے راجہ صاحب کے دل میں آپ کی زیارت اور ملاقات کا ولولہ پیدا ہو گیا تھا اور حکیم صاحب سے متعدد بار آپ کو گوالیار تشریف لانے کی درخواست پیش کرنے کے لیے کہا۔ چنانچہ حکیم صاحب نے کئی عرض داشتیں اس غرض کے لیے بھیجیں اور ان میں راجہ صاحب اور اپنے ذوق وشوق کا ذکر کیا۔ آخر آپ حکیم صاحب کے

مخلصانہ اشتیاق سے متاثر ہوئے اور گوالیار تشریف لے گئے حکیم صاحب نے اپنے احباب سمیت آپ کا استقبال کیا اور دوسرے دن حکیم صاحب کے اصرار پر راجہ صاحب سے بھی ملے۔ راجہ صاحب آپ کو مل کر بہت خوش ہوئے اور اس قدر گرویدہ ہوئے کہ ایک دن حضرت سے کہنے لگے۔

حضور اگر کچھ انگریزی علم بھی حاصل کر لیں جس سے افسرانِ بالا کے ساتھ خط و کتابت کر سکیں تو میں آپ کو اپنا وزیر مقرر کر لوں گا۔ کیونکہ مجھے اپنے موجودہ وزیر کی لیاقت و دیانت اور معاملہ فہمی پر اعتماد نہیں۔ اگر آپ میری خواہش کو پورا کریں اور انگریزی سیکھنے پر آمادہ ہو جائیں۔ تو میں آپ کے لیے اپنے خرچ پر انگریزی سکھانے کے لیے ایک اتالیق کا انتظام کر دونگا۔

راجہ صاحب نے یہ بات کچھ اس قدر اثر انگیز لہجے میں کی کہ آپ اس وقت اسے رد نہ کر سکے اور انگریزی سیکھنے پر آمادگی کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ راجہ نے ایک اتالیق مقرر کر دیا اور آپ نے انگریزی سیکھنا شروع کر دی۔ اور چند دنوں میں کافی اسباق پڑھ بھی لیے لیکن ایک دن دفعۃً بوقتِ عصر عنایتِ الٰہی نے دستگیری کی اور آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ میں نے قرآنِ کریم، حدیث شریف کا علم اس لیے حاصل کیا تھا کہ بعد میں انگریزی سیکھ کر ایک راجے کا ملازم بنوں۔ اور اپنا پسندیدہ کام تبلیغِ اسلام چھوڑ بیٹھوں۔ یہ خیال آتے ہی آپ نے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر واپسی کا ارادہ کر لیا۔ حکیم صاحب اس فوری تغیّرِ ارادہ سے سخت حیران ہوئے اور انھوں نے جھٹ راجہ

کو اطلاع دی۔ راجہ فوراً حضرت کے پاس پہنچے آپ کو اس عزم سے باز رکھنے کے بعد منت وسماجت کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن آپ نے انکار فرمایا۔ بالآخر جب راجہ صاحب نے آپ کے ارادہ کو مصمّم پایا تو کئی ہزار روپے نقد معہ تحائفِ عجیبہ اور چند جوڑے لباس کے حضور کی خدمت میں نذرانہ پیش کیے۔ مگر آپ نے ایک تحفہ تک قبول نہ فرمایا۔

لاہور پہنچ کر مدت تک آپ کی کیفیت یہ رہی کہ جب کبھی آپ کو یاد آتا کہ آپ راجہ کی خواہش پر انگریزی سیکھنے اور پھر اس کی نوکری کے لیے تیار ہو گئے تھے تو آپ بے حد نادم ہوتے اور اسے ایک فتنہء عظیمہ قرار دے کر دیر تک استغفار اور توبہ میں مشغول رہتے۔

اس طرح کے بے شمار واقعات حضرت کی حیات طیبہ میں ملتے ہیں جن سے آپ کا توکُّل سیر چشمی اور اتقاء ظاہر ہوتا ہے۔

ترک دنیا گیر تا سلطان شوی ورنہ ھم چو چرخ سر گرداں شوی

گورنرِ پنجاب بنو گے

مسٹر ڈین بھی جو بعد میں حضرت کی پیش گوئی کے مطابق گورنرِ پنجاب مقرر ہو گئے تھے آپ کے شاگرد تھے۔ حضرت مولانا نے قیامِ لاہور کے اوائل میں چند ماہ تک اسے تعلیم دے کر پھر ترک کر دیا تھا۔ انہوں نے زعماء شہر کے ذریعے اپنی واپسی کے لیے متعدد بار کوشش بھی کی۔ اور آپ کو چند مربعے اراضی بھی عطاء کرنے کا لالچ دیا۔ مگر آپ نہ مانے۔

اور اپنے ایک فاضل شاگرد مولانا صدرالدین صاحب جہلمی کو ان کی تعلیم کے لیے مقرر فرمایا۔ وہ بھی گو حضرت کے فیوض و برکات سے فیضیاب ہو کر پورے صالح اور متقی اور تارک الدنیا بن چکے تھے۔ "الامر فوق الادب" کی وجہ سے چند دن بادل ناخواستہ جاتے رہے۔ مگر پھر وہ چھوڑ گئے اور حضرت سے معذرت طلب کر لی۔

مجبوراً مسٹر ڈین کو کوئی اور انتظام کرنا پڑا۔ بالآخر جب صاحب مذکور گورنر پنجاب ہوئے تو لاہور آنے سے پہلے انھوں نے شملہ سے حضرت کے نام ایک چھٹی لکھی۔

میں آپ کی توجہ اور دعا و برکت سے گورنر مقرر ہو گیا ہوں مجھے آپ کے وہ الفاظ اچھی طرح یاد ہیں جن میں آپ نے میرے گورنر مقرر ہونے کی پیش گوئی فرمائی تھی میں لاہور پہنچوں گا۔ کیونکہ مجھے حضور کی شاگردی کا فخر

حاصل ہے اور یہ مرتبہ بھی صرف آپ کی توجہ سے ملا ہے لہذا اگر آپ تاریخ مذکورہ کے بعد کسی دن مجھ سے ملاقات فرمائیں تو مجھے کمال خوشی ہوگی۔

اس چھٹی کو سن کر آپ کے خدّام بہت خوش ہوئے اور دل میں خیال کرنے لگے ہم حضور سے عرض کریں گے کہ صاحب مذکور سے مسجد اور مدرسہ کے اخراجات کی کفالت کے لیے کچھ قطعات اراضی کا مطالبہ فرمائیں۔ وہ لوگ ابھی خیال ہی کر رہے تھے اور عرض کرنے نہ پائے تھے کہ آپ فرمانے لگے۔

احمقوں ناسمجھو نہ ہم مسٹر ڈین سے ملاقات کریں گے اور نہ ان سے کسی قسم کی درخواست کریں گے درویش کو امیر سے کیا سروکار اور اس کی زمین یا جاگیر کے حصول سے کیا مطلب؟

یاری از من خواہ نہ از خیل و سپاہ　　　راز با من گو نہ با میر نہ شاہ
ہر کہ یاری کنم بر تر شود　　　وانکہ دور افگنم ابتر شود

مولانا کا ادب کتبِ دینی

آپ کتبِ دینی کا بدرجۂ کمال ادب فرمایا کرتے تھے۔ جس حجرہ میں آپ کا کتب خانہ تھا کبھی اس میں چارپائی بچھا کر نہ لیٹتے تھے کسی کتاب کو بھی بے وضو ہاتھ نہ لگاتے۔

جناب حکیم محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ سلامت پوری نے بیان کیا کہ ایک دفعہ آپ حضرت مولانا سے درِّ مختار کا سبق پڑھ رہے تھے۔ ان

دنوں کسی وجہ سے آپ کا ایک پاؤں کچھ متوّرم تھا۔ سبق کے اختتام پر باتوں باتوں میں آپ نے فرمایا۔

''حکیم اب میرے پاؤں کو آرام آ رہا ہے۔''

حکیم صاحب نے میرے پاؤں کو چھو کر دیکھا اور عرض کیا:

''غریب نواز واقعی اب پہلے کی نسبت کافی آرام ہے۔''

یہ عرض کر کے حکیم صاحب اپنا ہاتھ کتاب پر رکھنے لگے۔ تو حضرت نے جھٹ ان کا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا اور فرمایا:

''توبہ توبہ! میرے پاؤں کو چھو کر وہی ہاتھ کتاب پر رکھنے لگے ہو۔ جاؤ ہاتھ دھو لو اور آئندہ احتیاط رکھو۔''

فی زمانناایسے ادب واحترام کی مثال عوام میں تو کیا اہلِ علم حضرات میں بھی مفقود ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جس فرش پر پاؤں رکھ کر چلا جاتا ہے۔ وہیں کتبِ دینی کو رکھ دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت ہاتھ بے دھڑک پاؤں سے لگا کر پھر قرآن کریم پر رکھ دیتے ہیں اور ورق الٹتے ہیں۔ بے وضو چھونا تو عام عادت ہے یہی وجہ ہے کہ نہ زبانوں میں تاثیر ہے۔ اور نہ برکت ہے۔ وَاللّٰه درّ القائل۔

از خدا خواہیم توفیقِ ادب   بے ادب محروم شد از فضلِ رب

آپ کا یہ فعل سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اسوۂ حسنہ کے عین مطابق ہے چنانچہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی کتب سیر میں لکھا

ہے کہ آپ ایک دفعہ درسِ فقہ دے رہے تھے کہ چھت سے ایک سانپ گرا اور آپ کی گود میں آ پڑا، اکثر لوگ گھبرا کر بھاگ اٹھے مگر آپ مجلس کے تقدّس اور علمِ فقہ کی حرمت کی وجہ سے کامل اطمینان کے ساتھ بیٹھے رہے اور کوئی ایسی حرکت نہ کی جو خلافِ ادب و احترام ہوتی۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور علمائے سلف کی پاک زندگیاں بھی ایسے واقعات سے بھرپور ہیں۔

ہمعصر علما میں آپ کا درجہ

یہی ادب و احترام اور شغفِ دینی تھا جس کی برکت سے آپ اپنے ہمعصر علماء دین میں نیّرِ تاباں اور خورشیدِ درخشاں کی طرح چمکتے تھے۔ یہاں تک کہ جس فتویٰ پر آپ کی مہرِ تصدیق ثبت نہ ہوتی، اسے عوام ہرگز ماننے کے لیے تیار نہ ہوتے تھے چنانچہ آج تک اس کا اثر موجود ہے۔ یعنی جو مسائل آپ کی تصنیف کردہ کتب میں درج ہیں۔ انہیں کو لوگ صحیح اور درست تسلیم کرتے ہیں اور ان کے خلاف کہنے والے کا قطعاً اعتبار نہیں کرتے اور اگر کسی موقع پر کوئی اختلاف واقع ہو جاتا ہے تو آپ کے تحریر کردہ مسئلہ کو تحقیق اور صحیح سمجھا جاتا ہے۔ سچ ہے "مَنْ كَانَ لِلّٰهِ فَلَهُ الكُلُ" یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے۔ تمام جہان اس کا ہو جاتا ہے۔ آپ کے تلمیذِ باتمیز اور شاگردِ رشید حکیم محمد یعقوب صاحب نے جو حضور کے رنگ میں خوب رنگے ہوئے تھے ایک دفعہ بیان فرمایا:

ہر چہ دریں عالم است از اثرِ صحبت است
ورنہ کجا یافتے چو پائے نبات

انہوں نے ایک رات خواب میں ایک عالیشان عمارت دیکھی جس میں اتنی تیز روشنی تھی کہ موجودہ بجلی اور گیس کی روشنیاں اس کے سامنے ہیچ تھیں۔ اس محل کی روشنی سورج کی آنکھوں کو خیرہ کرتی تھی۔ جس کی بلندی اس قدر تھی کہ دیکھنے والے کو اس کی چھت تک نظر پہنچانے کے لیے پگڑی سنبھالنی پڑتی تھی۔

حکیم صاحب نے خواب ہی میں کسی سے دریافت کیا کہ "یہ کس بزرگ کا محل ذی شان ہے" جواب ملا: "یہ مکانِ عالیشان حضرت مولانا غلام قادر بھیروی کا ہے۔" اس خواب کو دیکھ کر خواب میں ہی حکیم صاحب کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واجب الایمان یاد آیا کہ میری امت کے علماء کو جنت میں ایسے نورانی اور بلند و بالا غرفے و محل ملیں گے کہ نچلے درجے والے پگھڑیاں سنبھال کر ان کو دیکھیں گے۔"

اس ارشاد گرامی کے یاد آنے پر حکیم صاحب نے خیال کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ انہیں غرفوں میں سے ایک غرفہ ہے۔

حضرت مولانا کی کسر نفسی

اس علُوِ شان اور مرتبہ کے باوجود آپ میں کسرِ نفسی بھی بے حد تھی۔ ایک دفعہ حکیم صاحب مذکور نے آپ سے عرض کیا:

"غریب نواز آپ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نائب ہیں۔"

آپ نے ارشاد فرمایا:

"حضور علیہ الصّلوۃ والسّلام کے نائب تو سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں میں تو ان کے در اقدس اور دربار کا ایک ادنیٰ غلام ہوں۔"

یہ فرما کر آپ پر ایک وجدانی اور بے خودی کی سی حالت طاری ہو گئی۔ آپ کی آنکھیں پرنم ہو گئیں اور دیر تک یہی حالت رہی۔

آپ کا طرزِ گفتگو

آپ کی طبیعت بڑی پُر رقت اور عبرت گیر تھی۔ آپ کی طرزِ گفتگو اسی کیفیت کی وجہ سے اس قدر موثر ہوتی کہ ایک ایک لفظ دل نشیں ہو جایا کرتا تھا اور اس کی چاشنی سے سامعین کے کان اور دل سینوں میں مسرور رہتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت نے وطن مالوف جانے کا ارادہ فرمایا، میاں غلام حسین اور حکیم محمد یعقوب صاحب مشایعت کے لیے ریلوے سٹیشن بادامی باغ تک گئے۔ راستہ میں حضرت نے میاں صاحب کو کچھ روپے دینے کے بعد فرمایا:

"غلام حسین! ڈیوڑھے درجے کا ٹکٹ لینا اور مٹی کے چند ڈھیلے بھی رفع ضرورت کے لیے لے لینا۔"

حکیم صاحب اس فرمان کو سن کر دل میں خیال کرنے لگے کہ آپ تو عالم ۔۔۔ل اور کامل ولی ہیں۔ تیسرے درجے کے ٹکٹ لینے میں کیا ہرج تھا کہ

ڈیوڑھا خرید نے کا حکم دیا ہے۔ یہ تو صریحاً اسراف ہے اور امارت کا اظہار ہے۔

سٹیشن پر پہنچ کر جب میاں غلام حسین حسبِ فرمان ڈیوڑھے درجے کا ٹکٹ خرید لائے تو فرمایا۔

حکیم! ڈیوڑے درجے میں رش کم ہوتا ہے اور گو کرایہ تو کچھ زیادہ دینا پڑتا ہے لیکن نفل پڑھنے میں سہولت اور ذکر و شغل میں یکسوئی کی جو نعمت حاصل ہو جاتی ہے وہ اس معمولی رقم سے کئی درجہ بیش قیمت ہوتی ہے۔"

پلیٹ فارم پر پہنچ کر آپ گاڑی کے آنے تک ایک طرف نوافل اور ذکر و شغل میں مشغول ہو گئے۔ گاڑی آنے پر اس میں سوار ہو گئے۔ اور اس کی روانگی تک میاں صاحب اور حکیم صاحب کے ساتھ اپنے مشفقانہ اور محبت آمیز لہجے میں گفت گو فرماتے رہے۔ آخر میں آپ نے ایک خاص انداز میں فِیْ اَمَانِ اللّٰہ فرمایا۔ ان دونوں صاحبوں کا بیان ہے کہ وہ چند حروف کچھ اس قدر دلکش انداز میں آپ نے فرمائے کہ واپسی پر تمام راستے ہم ان الفاظ کو دہراتے آئے۔ یہاں تک کہ ہمارے دل آپ کی فرقت سے سخت بے چین ہو گئے۔ بالآخر دونوں بھیرہ جانے اور حضور کے دیدار سے اپنی آتشِ شوق کو سرد کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ لیکن انہیں دنوں حضور کا حال نامہ انہیں ملا جس میں حضور کی واپسی کی تاریخ درج تھی۔ جس سے دونوں مہجوروں کے دلوں کو تسکین حاصل ہو گئی۔ اور وہ اس تاریخ کا بے صبری سے

انتظار کرنے لگے۔ دونوں صاحبوں کا بیان ہے کہ آج تک اتنے سال گزرنے کے باوجود بھی آپ کے ان کلمات طیبات کی چاشنی قلب وجگر میں موجود ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے:

یعنی ع دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔

آپ کا اپنے پیرومرشد سے عشق، کسی میں جرأت نہیں کہ میرے سامنے آسکے

آپ کو اپنے پیرومرشد حضرت خواجۂ خواجگان شمسِ بازغہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے اس قدر والہانہ محبت تھی کہ وہ درجۂ عشق کو پہنچ چکی تھی۔ آپ کا یہ حال تھا کہ ہر دوسرے یا تیسرے ماہ دربار میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ سچ ہے:

صحبت پیر بہتر از ہر عمل است   ہر کہ با دنشست با عمل است

اس سفر کے دوران آپ بھیرہ بھی جاتے اور اپنے اہل وعیال سے ملاقات فرماتے لیکن وہاں صرف ایک رات قیام فرما کر سیال شریف چلے آتے اور وہاں جی بھر کر پھرتے۔ حضرت خواجہ صاحب کا آپ کمال ادب فرماتے اور آپ کی خدمت کے لیے ہر وقت کمر بستہ رہتے۔ دورانِ قیام حضرت کے صاحبزادگان والاشان حضرت خواجہ فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ وسجادہ نشین ثانی حضرت شعاع الدین صاحب اور حضرت فضل الدین صاحب کی علمی خدمت فرماتے اس کے علاوہ آپ آستانہ عالیہ کی ہر خدمت کے لیے پیش پیش رہتے اور اسے اپنے لیے باعثِ سعادتِ دارین سمجھتے:

اے دل بہ ہوس بر سر کارے نرسی — تاغم نخوری بغم گسارے نرسی
تاخاک ترا کوزہ نہ سازندہ کلالاں — ہرگز بلب لعل نگارے نرسی

قیامِ لاہور کے دوران بھی آپ اپنے مرشد کا ذکر اکثر کرتے رہتے تھے۔ اور وفورِ محبت سے اس وقت آپ پر ایک بے خودی سی طاری ہو جاتی:

ازیں خوش تر خیال نیست مارا — کہ دائم در خیال یار باشیم

اخویم شہید حضرت مولانا مولوی ابوالبرکات محمد نصیر الدین بگوی نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ وہ اور ان کے برادرِ بزرگ حضرت مولانا مولوی محمد ذاکر بگوی مسجد کے سامنے سے گزرے۔ اس وقت حضرت مولانا تالاب پر تشریف فرما تھے۔ انہوں نے انہیں دیکھ کر دروازہ میں کھڑے ہو کر سلام کیا۔ حضرت نے انہیں دیکھتے ہی سلام کا جواب دیا اور اندر آنے کو کہا۔

دونوں اندر داخل ہوئے آپ نے میاں غلام حسین کو پلنگ بچھانے کا حکم دیا اور دونوں سے نہایت محبت اور الفت کے ساتھ مل کر وہاں لے جا کر بٹھا دیا۔ وہ دونوں صاحب بھی دربارِ دوراں سیالوی کے خوشہ چین تھے اور اسی سرچشمہ کے فیض یافتہ تھے۔ رسمی خاطر مدارات کے بعد حضرت نے انہیں اپنے پیرو مرشد کا کوئی واقعہ سنانے کی فرمائش کی۔

چنانچہ حضرت مولانا مولوی ذاکر صاحب اپنی زبانِ فیض ترجمان سے فرمانے لگے۔

''ایک دفعہ مجھے کسی مسئلہ کے متعلق شبہ سا پیدا ہو گیا۔ ہر چند میں نے

اسے حل کرنے کی کوشش کی اور احباب سے بھی دریافت کیا مگر وہ تسلی بخش طور پر حل نہ ہو سکا۔ لاچار اس عقدۂ لانیحل کی عقدہ کشائی کے واسطے دربار فیض بار میں حاضر ہونے کے ارادے سے عازمِ سیال شریف ہوئے۔

گاؤں میں پہنچ کر آستانۂ عالیہ کی حدود میں داخل ہوا۔ حضور قبلہ اس وقت اپنی نشستگاہ سے باہر ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ خدا کی شان! دور سے حضور کا روئے انور دیکھتے ہی مسئلہ خود بخود ہی حل ہو گیا اور سمجھ میں آ گیا۔ اس وقت باساختہ میرے منہ سے نکلا:

اے جمال تو جواب ہر سوال　　　حل مشکل میشود بے قیل و قال

اور ایک والہانہ اندز سے یہی شعر کہتا ہوا قدم بوس ہوا اور حضرت شمس بازغہ علیہ الرحمۃ سے تمام ماجرا عرض کیا۔

حضرت مولانا یہ واقعہ سنتے جاتے تھے اور اب ہر ایک قسم کی محویت اور سروری کیفیت طاری ہوتی جاتی تھی۔ بالآخر مولانا مولوی ذاکر صاحب نے مندرجہ بالا شعر پڑھا تو آپ ضبط نہ کر سکے اور بے خودی کے عالم میں کھڑے ہو کر کہنے لگے:

''مولانا! نہیں نہیں! یوں کہو:

اے خیالِ تو جواب ہر سوال　　　حل مشکل مشیو د بے قیل و قال

آپ اس شعر کو بے تابانہ انداز سے کئی بار دہراتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ کے آنسو جاری ہو گئے، جب طبیعت میں ذرا سکون آیا تو فرمایا:

بھائی محمد ذاکر! میں لاہور کی اس مسجد کے اندر محض حضرت خواجہ غریب نوازی کا خیال لے کر بھائیوں اور تمام بدعقیدہ فرقوں پر خدا کے فضل و کرم سے غالب ہوں۔ کسی کی جرأت نہیں کہ میرے سامنے آسکے:

بادوست کنج فقر بہشت مست و سروری
بے دوست خاک کو سرِ جاہ وتونگری
تا دوست درکنار نہ باشدبہ کام دل
اور ہر ہیچ نعمتے نہ توانی کہ برخوری

دربارِ سیالوی سے عطائے خلافت

یہی محبت اور عشق تھا جس کے باعث حضرت نے اپنے پیرومرشد سے ایک گہرا تعلق پیدا کرلیا اور آپ اس باسعادت آثار کے خدّامانِ خاص الخاص میں شامل کر لیے گئے۔ یہاں تک کہ بالآخر آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا گیا:

خلعت الفقر و فخری از درِخیر البشر
باسرور خرمی پوشیداں عالی گہر

خلیفۂ مجاز ہونے کے بعد آپ کا فیض بیش از بیش پھیلا اور آپ مدارج تصوّف سلوک طے کرتے کرتے خداوند تعالیٰ کے برگزیدہ اولیاء میں شمار ہونے لگے۔ آپ سے بیشمار خوارقِ عادات اور کرامتیں ظاہر ہوئیں جن میں سے چند ایک کا ذکر باب کشف وکرامات میں ان شاءاللہ آئے گا۔ و بِاللّٰہ التَّوفیق۔

آپ کا بیعت فرمانا

بیعت کے معاملے میں آپ بے حد محتاط تھے جب تک کسی کی درستی اعتقاد اور ذوق وشوق کا پورا پورا امتحان نہ لے لیتے اسے اپنے سلسلے میں داخل نہ فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے بیعت شدہ مریدوں کی تعداد بہت کم ہے یہ حقیقت ہے کہ اگر آپ اس معاملہ میں اس قدر احتیاط نہ برتتے تو آج آپ کے مریدین کی تعداد بھی ہزارروں اور لاکھوں تک ہوتی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مرید اسے کرنا چاہئے جو پیر کا پورا عاشق ہو اور اس کے ہر قول وفعل کا بدل وجان اتباع کرنے کا ارادہ رکھنے والا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جن خوش نصیب لوگوں کو حضرت کے امتحان میں پورا اترنے کے بعد بیعت کا شرف حاصل ہوا وہ بھی خوش نصیب اور سرفروش ہیں اور حضرت کے عشق ومحبت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ہر وقت آپ کے گن گاتے رہتے ہیں۔

آپ کے مواعظۂ حسنہ

یہ بات عام طور پر آج بھی زبان زدِ عوام وخواص ہے کہ جس شخص کو ایک دفعہ بھی حضرت کی مجلس میں بیٹھ کر آپ کے ارشاداتِ گرامی سننے کا اتفاق ہوا اس کا عقیدہ کبھی بگڑ نہ سکا۔ اور جس شخص نے حضرت کے مواعظ حسنہ سن لیے اسے کسی دوسرے عالم کے وعظ میں وہ لطف وسرور روحانی حاصل نہ ہوا۔ حالانکہ آپ کا وعظ بالکل سادہ اور شعر گوئی تفنن اور تکلف سے پاک ہوا کرتا

تھا۔ آپ غیر معتبر روایات سے ہمیشہ اجتناب فرماتے اور سادہ دلنشین پیرائے میں معتبر روایات ہی بیان کرتے۔

آپ کی خوش اخلاقی

آپ کے چہرۂ انور پر ایک قدرتی ہیبت اور جلال تھا اور کسی کو بھی آپ کے ساتھ بے تکلفی کے ساتھ گفتگو کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی مگر باہمہ آپ بے حد خلیق، ہنس مکھ اور خوش گو تھے۔ جو شخص ملاقات کے لیے حاضر ہوتا اس سے کمال ملاطفت شیریں کلامی اور مہربانی سے تمام حالات دریافت فرماتے اور اگر کوئی کسی وجہ سے چند دنوں تک حاضر نہ ہوسکتا تو اس سے غیر حاضری کی وجہ دریافت فرماتے اور ارشاد کرتے آیا کرو مل بیٹھنا اچھا ہوتا ہے۔ سچ ہے:

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء   بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

آپ کی مجلس میں شامل ہونے والے سرنگوں اور مؤدبانہ بیٹھا کرتے آپ کی گفتگو ہمیشہ مسائلِ دینی، ذکر اللہ، ذکر الرسول اور اذکار الصالحین کے متعلق ہی ہوا کرتی تھی سچ ہے:

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم   اِلّا حدیثِ دوست و تکرار می کنیم

آپ کا نعت شریف سننے کا شوق

آقائے نامدار احمدِ مختار حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نعت شریف اور قصائد سننے کا آپ کو بے حد شوق و ذوق تھا لیکن آپ متقدمین بزرگوں بالخصوص فارسی شعراء کا کلام پسند فرماتے اور اسے بھی راگ اور ترنم

کی قیود سے آزاد متشرّع پابندِ صوم وصلوۃ اور صاحبِ ذوق شخص سے سنتے اور غیر شرح یا راگ رنگ پیدا کرنے والے لوگوں سے قطعاً نہ سنتے۔

اگر کسی نعت میں رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات مبارک کو تو یا تم یا تمہارے کے الفاظ سے خطاب کیا ہوتا یا رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اسمِ مبارک بغیر القاب و آداب کے لیا جاتا یا حضرت کے دربارِ مقدسہ کو یثرب کہا جاتا یا حضور سرکار مدینہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں کوئی پیغام بذریعہ بادِ صبا عرض کیا گیا ہوتا تو ایسے اشعار برداشت نہ کر سکتے اور وفور عشق و محبت نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے انہیں خلافِ ادب پڑھنے والے کو روک دیتے اور فرماتے کہ رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات کو تو یا تم کے الفاظ سے مخاطب کرنا یا آپ کے اسم مبارک کو بغیر القاب و آداب کے منہ سے نکالنا سخت بے ادبی ہے اور مدینہ منورہ کو یثرب کہنا یا لکھنا علمائے کرام کے نزدیک متفقہ طور پر مکروہ اور ناجائز ہے کیونکہ یثرب کے نام سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے گرامی قدر شہر کی بے ادبی اور اہانت کا پہلو نکلتا ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔

اسی طرح آپ بادِ صبا کے ذریعہ رسولِ کریم کی خدمت میں کوئی پیغام عرض کرنا بھی خلاف ادب سمجھتے اور فرمایا کرتے کہ اگر تمہیں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سچی اور صحیح محبت ہے تو پھر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم بنفس نفیس تمہاری باتیں سن لیں گے۔ کسی قاصد کی ضرورت ہی نہیں لیکن اگر تمہارے

آقائے نامدار کا یہ فرمان بھی اکثر آپ کے وردِ زبان رہتا: اَلْمُوْمِنُ فِی الْمَسْجِدِ کالسَّمْکِ فی الْمَاءِ وَالمنافقُ فی المسجدِ کالطیور فی القفسِ یعنی مومن مسجد میں اس طرح آرام وسکون سے رہتا ہے جس طرح مچھلی پانی میں اور منافق مسجد میں اس طرح پریشان اور بیقرار ہوتا ہے جس طرح پرندہ پنجرے میں۔

آپ نمازِ پنجگانہ کو پورے ذوق وشوق کمال خشوع وخضوع اور اہتمام کے ساتھ ادا فرمایا کرتے۔ نماز باجماعت کے اسقدر شائق تھے کہ سفر میں بھی اس کا پورا پورا دھیان رکھتے۔ تمام نمازوں میں اوقات مستحبہ کی محافظت فرماتے حتی کہ نماز عشاء جاڑوں میں تقریباً گیارہ بجے پڑھا کرتے۔ علاوہ ازیں نوافل تہجد، اشراق، چاشت فی الزّوال سنن قبل از عصر وعشاء، آوابین، وغیرہ پوری پابندی کے ساتھ سفر وحضر میں بھی ادا کرتے۔

آپ اکثر روزہ دار رہتے، نفلی روزے خاص اہتمام سے رکھا کرتے ہمیشہ باوضو رہتے اور وضو فرماتے وقت قبلہ رو ہو کر بیٹھتے۔ وضو کے وقت کبھی دنیوی کلام نہ فرماتے بلکہ ماثورہ دعائیں پڑھتے رہتے۔ آپ عام طور پر تالاب کے جنوب مشرقی کونے سے ذرا شمال کی طرف بیٹھ کر وضو فرماتے۔ تالاب میں پاؤں ڈال کر دھونے سے منع فرماتے اور اسے مکروہ خیال فرماتے کیونکہ اسی پانی کو منہ میں ڈال کر قلی کرنا پڑتی ہے۔

قرآنِ کریم اور دلائل الخیرات کی تلاوت کمال ذوق وشوق سے روزانہ

بلا ناغہ فرمایا کرتے۔ ارشاد فرمایا کرتے کہ مرید کے لیے لازم ہے کہ جو اوراد واشغال ونوافل اس کا مرشد تلقین کرے انہیں مداومت اور مواظبت سے ادا کرے کیونکہ اس نے انہیں اپنے اوپر واجب کرلیا ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے پیرومرشد کے طریقے پر عملاً یا اعتقاداً نہیں ہے وہ مرتدِ طریقت ہے:

متاعِ وصلِ جاناں بس گراں است　　گریں سودا بجاں بودے چہ بودے

آپ نیند بہت کم فرمایا کرتے اور "قَلِیْلً مَّا یَھْجَعُوْنَ" کے مطابق رات کو صرف کچھ دیر کے لیے بستر پر پہلو لگالیا کرتے تھے:

شب تاریک دوستانِ خدا　　می بتابد چو روزِ رخشندہ

شب خیز کہ عاشقان بشب راز کنند　　گرد در و بام دوست پرواز کنند

ہر جا در بود بشب بر نبدند　　اِلّا در دوست را کہ بشب باز کنند

آپ ہمیشہ اپنی چار پائی شمالاً جنوباً بچھواتے اور دائیں کروٹ پر اپنا دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر سوتے ہر وقت ذکر وشغل میں رہتے۔

یارب دل پاک و جان آگاہم دہ　　آہے شب و گریہ سحر گاہم دہ

اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے ہمیشہ آپ کا قلب یادالٰہی میں مشغول رہتا اور "دل بہ یار اودست بہ کار" کے پورے مصداق تھے۔

ترا یک پند بس از ہر دو عالم　　کہ برناید زجانت جز خدا دم

اگر تو پاس داری پاس انفاس　　بسلطانی رسانیدت ازیں پاس

حضور اپنے متوسّلین اور احباب کو بھی اس قسم کی ہدایت فرماتے چنانچہ ایک دفعہ اپنے ایک مخلص مرید میاں رحیم بخش صاحب کی دکان کے سامنے سے گزرے، میاں صاحب کے اصرار پر کچھ دیر کے لیے دکان میں ٹھہرے اور ارشاد فرمایا:

''میاں صاحب! اگر تم اپنی نشست کو روبقبلہ رکھ کر کام کیا کرو تو ثواب بھی پاؤ اور باعث برکت بھی ہوگا۔''

آپ کا احترام اذان

آپ اذان کا بے حد احترام فرماتے، آذان کا پہلا کلمہ سنتے ہی دست بستہ تعظیماً کھڑے ہو جاتے اور فرمایا کرتے اجابت آذان مابقول و بالقول دونوں طرح واجب ہے بھی فرماتے کہ ان کلمات طیّبات کے ساتھ آسمان سے نور اترتا ہے۔ اس نور کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا چاہئے۔ کبھی ارشاد فرماتے کہ مؤذن باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ کا منادی ہے۔ اور کلماتِ آذان ارشاداتِ خداوندی ہے ان کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا عینِ ایمان ہے۔

فرمایا کرتے کہ خلفائے بغداد کے زمانے میں دستور تھا کہ جب کبھی وہ اپنے کسی ماتحت حاکم کے پاس ایلچی کے ذریعے پیغام بھیجتے تو وہ ایلچی وہاں پہنچ کر حاکمِ شہر کو اپنے آنے کی اطلاع بھیجتا حاکمِ شہر اسی وقت ہنگامی دربار منعقد کرتا جب سب درباری اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاتے تو ایلچی کو طلب کیا جاتا۔ وہ وہاں پہنچ کر باآواز بلند اَلْبَرِیْدُ مِنْ اَمِیْرِ الْمُؤمِنِیْن

پکارتا ان کلمات کے سنتے ہی حاکم اور تمام درباری امیر المومنین کے پیغام کی تعظیم کے لیے مؤدِّبانہ کھڑے ہو جایا کرتے اور پیغام سننے تک اسی طرح سرنگوں کھڑے رہتے۔

تقبیل ابھامین-انگوٹھے چومنا

اذان اور تکبیر میں "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللّٰه" سنتے تو دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے معہ انگشتہائے سبابہ کلمے کی انگلی چوم کر آنکھوں پر ملتے پہلی شہادت پر فرماتے "مَرْحَبَا بِحَبِيْبِىْ قُرَّةُ عَيْنِىْ بِكَ يَا رَسُوْلُ اللّٰه" اور دوسری دفعہ فرماتے "اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِىْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ۔"

ارشاد فرماتے اس عمل کی فضیلت میں حدیثیں وارد ہیں جن میں ضعفِ اثری تو موجود ہے لیکن فضائل اعمال میں بہر حال وہ مقبول ہیں۔ فرمایا کرتے کہ حضرت آدم علیہ السَّلام، خواجہ خضر علیہ السَّلام اور سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس عمل کا ثبوت ملتا ہے اور حسب ارشاد نبوی:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَ سُنَّتِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْن

(میرے اور خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑو) یہ عمل سنّت بھی کہا جا سکتا ہے۔

آپ کی دعا کی کیفیت

ارشاد فرمایا کرتے کہ وظیفہ اور ذکر ختم ہونے پر نہایت عجز اور انکساری اور الحاح وزاری کے ساتھ یہ دعا مانگا کرو۔ اِلٰھِی اَنْتَ مَقْصُودِیْ وَ رِضَاكَ مَطْلُوبِی فَارْ ذُقْنِیْ حُبَّكَ وحُبَّ حَبِیبِكَ صَلَّی اللّٰه تَعالٰی عَلَیْه وَ سَلَّمْ

گر طالب مالی مطلب ہیچ مرادے   دریافتن است تراجملہ مرادے

دعا کے وقت آپ کے سینۂ مبارکہ سے دیگ کے جوش کی مانند آواز نکلتی تھی۔ آپ کی کیفیت سلف صالحین کے عین مطابق تھی، چنانچہ "کیمیائے سعادت" میں حضرت امام غزالی نے تحریر فرمایا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السّلام کا سینۂ مبارکہ دعا کے وقت اس قدر جوش مارتا کہ اس کی آواز دور دور تک سنائی دیتی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سینۂ بے کینہ سے بھی اس قسم کی آواز آتی تھی۔

دعا مانگتے وقت آپ دونوں ہاتھوں کو سینے کے برابر بلند رکھتے۔ ہاتھوں کو الگ انگلیوں کو کشادہ اور ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف رکھتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دعا کا قبلہ عرشِ الٰہی ہے اس لیے سینہ کے برابر ہاتھ کشادہ رکھنے چاہیں۔

حیاء کی کیفیت

آپ میں حیاء کی صفت حد درجہ کی موجودہ تھی جناب حکیم مولوی محمد

یعقوب نے ایک دفعہ بیان فرمایا کہ انہوں نے حضور سے ''مراقی الفلاح'' پڑھی جب باب استنجاء اور استبراء عن البول آیا۔ جن میں مرد اور عورت کے لیے تفصیلی احکام ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ''بچہ اس باب کا خود مطالعہ کر لینا اور کوئی مشکل مقام ہو تو پوچھ لینا۔ فرمایا کرتے، پیشاب کے بعد پانی سے استنجاء کرنے سے پہلے استبراء عن البول کے لیے ڈھیلوں کا استعمال ضروری ہے اور کم از کم اتنے قدم ڈھیلا لے کر چلنا چاہئے جتنے سال انسان کی عمر ہو تا کہ پاکیزگی کا یقین ہو جائے اور پیشاب پوری طرح خشک ہو جائے۔

خطبہ کے وقت عصاء کا استعمال

آپ خطبہ کے وقت دائیں ہاتھ میں عصاء ضرور رکھتے اور فرماتے کہ ''طحطاوی علے مراقی الفلاح'' میں بروایت ابوداؤد اور براء ابن عاذب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ رسولِ کریم سیدنا ونبینا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بوقتِ خطبہ اپنے دائیں ہاتھ مبارک میں عصاء تلوار یا کمان رکھتے تھے چنانچہ کتب تواریخ میں موجود ہے کہ حضور کا عصائے مبارک آپ کے وصال کے بعد یکے بعد دیگرے خلفائے راشدین میں منتقل ہوتا رہا اور وہ خطبہ کے وقت اسے اپنے ہاتھ میں رکھنا ضروری سمجھتے تھے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جب باغیوں نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا تو ایک جمعہ کے دن کسی ظالم نے وہ عصاء عین خطبہ کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے چھین لیا اور گھٹنے پر رکھ کر توڑ ڈالا جس سے اس

بدبخت کے زانو پر زخم ہو کر ناسور ہو گیا اور وہ مردود اسی زخم سے مر گیا۔

دونوں خطبوں کے درمیان دعا مانگنا

آپ دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا ما
کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ قبولیّت دعا کے لیے یہ وقت بھی احادیث مٰیں
آیا ہے اس لیے اس وقت دعا مانگنا چاہیے۔

درودِ حضوری

آپ کا معمول تھا کہ فجر، عشاء اور جمعہ کی نماز کے بعد بآواز بلند بڑ
ادب واحترام کے ساتھ درودِ حضوری خود بھی پڑھتے اور مقتدیوں کو بھی مل ک
پڑھنے کے لیے فرماتے۔ اس کے بعد دعا مانگا کرتے یہ درود شریف مودِّ
دوزانوں ہو کر اس تصور سے پڑھتے گویا حضور سرورِ دوعالم حضرت محمد رسو
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھ رہے ہیں۔ درود شریف جو آپ کا معمو
تھا وہ یہ ہے۔

صَلّے اللّٰه عَلَيْكَ وَ سَلَّمَ يَا رَسُوْلُ اللّٰه

صَلَے اللّٰه عَلَيْكَ وَ سَلَمَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

جناب مولانا حکیم محمد یعقوب سلامت پوری نے فرمایا کہ ایک د
میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس درود شریف میں صَلّٰی فعل ہے۔
حدوث کو چاہتا ہے۔ اس کی بجائے اَلصَّلٰوۃ کہنا افضل معلوم ہوتا ہے۔ا

خیال کے آتے ہی مولانا کی توجہ باطنی سے معاً القا ہوا کہ "صَلَّی اللّٰہ" کی طرف منسوب ہے۔ جو بہر حال افضل و اعلیٰ ہے۔ انسان کا اَلصَّلٰوۃ کہنا اس کی لیاقت اور وسعت کے اندازہ پر ہوگا اور خداوند تعالیٰ کا درود بھیجنا اس کی شانِ کبریائی اور مرتبتِ لاانتہا ہی کے مطابق ہوگا۔

فرمایا کرتے:

صَلَّی اللّٰہ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلُ اللّٰہ
وَسَلَّم عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

سے

صَلَّی اللّٰه عَلَیْکَ وَ سَلَّمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه
صَلَّی اللّٰه عَلَیْکَ وَ سَلَّمَ یَا حَبِیْبَ اللّٰه

افضل ہے کیونکہ اَوّل الذّکر کے دونوں جملوں میں ایک دفعہ درود و سلام ہے اور موخر الذکر کے ہر جملہ میں درود و سلام موجود ہے۔ اس لیے ظاہر ہے کو موخر الذّکر کے پڑھنے سے دوگنا اجر و ثواب ملے گا۔

فرمایا کرتے کہ "طبقات کبریٰ" میں حضرت محمد شمس الدین حنفی مصری قدس سرہ العزیز خلیفہ اعظم حضرت خواجہ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ مصر میں کہیں سے ایک مجذوب آیا جس کی زبان پر ہر وقت یہ شعر رہا کرتا تھا۔

نَهَــارِیُ نَسِیُــم کُــلِّهَــا اذا تبسَّـمَـتْ
اَوَائِــلهَــا فِیُهــا بــزد تِــحیَّتِــیُ

لوگوں کو اس شعر کا مطلب سمجھ میں نہ آیا تو انہوں نے حضرت خواجہ کی طرف رجوع کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس شعر سے اس مجذوب کے علّو مرتبت سے پتہ لگتا ہے یعنی یہ شعر روزانہ علی الصّبح رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود حضوری تحفہ بھیجتا ہے اور سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے درود وسلام کا جواب ارشاد فرمایا جاتا ہے۔ جسے یہ خود سنتا ہے اور اسی خوشی سے اس کا تمام دن سرور و کیف میں گزر جاتا ہے۔ یہ شعر اس کی اس خوشی اور سروری پتہ دیتا ہے۔

ایک اور بزرگ کے حال مبارک میں لکھا ہے کہ وہ ہر وقت یہ شعر زبان زد رکھتے تھے اور محبوب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں درود وسلام عرض کر کے جواب کی التجا اور تمنا کرتے:

صد سلامت مے فرستم برتو اے فخر کرام
بو کہ آید یک علیکم در جوابم صد سلام

آپ کے اکل وشرب کی کیفیت

آپ کھانا اتنا کم تناول فرمایا کرتے کہ آپ کے لیے قوت لایموت کا کام دے سکے اور فرماتے کہ زیادہ کھانے سے سستی اور غنودگی کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے جو غفلت کا باعث بن جاتی ہے بچ ہے:

تو پرسی از طعام تابنی — اندرون سرِّ حق کجا بنی
اندرون از طعام خالی داد — تادرون نورِ معرفت بنی

آپ ہمیشہ اپنا کھانا خود تیار کرواتے اور بہت کم مواقع پر کسی کے ہاں کھانے کے لیے جاتے لیکن جب جاتے تو پورے طور پر اس بات کا اطمینان کر لیتے کہ کھانے میں کسی قسم کا اشتباہ تک بھی نہ ہو مسجد میں جو کھانے محلّہ داروں یا آپ کے متوسلین کے ہاں سے آتے وہ تمام تر درویشوں اور مسجد میں مقیم طالب علموں کے لیے ہوتے تھے۔ میّت کے ایصالِ ثواب کے لئے جو کھانا دیا جاتا اسے استعمال کرنے سے بالخصوص اجتناب فرماتے اور فرماتے ایسے کھانے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

آپ کھانا کھانے سے پہلے ضرور ہاتھ دھوتے، خواہ صاف ہی کیوں نہ ہوتے اور ہاتھ دھو کر انہیں پونچھنے کے لیے کسی تولیہ یا رومال کا استعمال نہ کرتے، ہاں کھانے سے فارغ ہو کر جب ہاتھ دھوتے تو پونچھ لیتے اور کھانے کے بعد کی مسنونہ دعا پڑھتے اور ہمیشہ نوالہ دونوں ہاتوں سے توڑتے ایک ہاتھ سے نوالہ توڑنا آدابِ طعام کے خلاف فرماتے۔

آپ بالعموم سادہ خوراک رغبت اور پسندیدگی سے کھاتے اور کبھی کسی چیز سے نفرت کا اظہار نہ فرماتے آپ کدو شریف خاص شوق سے کھایا کرتے اسے ڈنٹھل سے پکڑ کر لٹکانے سے منع فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ یہ سبزی حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پسند ہے اس لیے اسے یوں لٹکانے سے بے ادبی کا

اظہار ہوتا ہے۔

پانی پینے میں بھی مسنون طریق کوملحوظِ خاطر رکھتے، پانی کا برتن دائیں ہاتھ میں لے کر تین دفعہ کر کے پیتے اور ہر بار طاق گھونٹ پیتے۔ ننگے سر پانی نہ پیتے۔ اگر کبھی ننگے سر پینے کا اتفاق ہوتا تو سر پر بایاں ہاتھ رکھ لیتے۔ پانی دینے والے کو بھی دائیں ہاتھ سے دینے کی ہدایت فرماتے۔

آپ بالعموم طالب علموں اور مسجد کے خدام کے ساتھ مل کر کھانا کھانے سے اجتناب نہ فرماتے۔ کھانے کے بعد ہاتھ خوب صاف کرتے۔ انگلیاں چاٹتے اور فرماتے کہ یہ بھی کھانے کا شکریہ ہے اور مسنون عمل ہے۔ دستر خوان پر سے کھانے کے ریزے ضرور چن کر کھا لیتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اس سے رزق میں برکت ہوتی ہے اور اولاد ظاہری اور باطنی محاسن کی حامل ہوتی ہے۔

بزرگانِ دین کے ایامِ وصال پر ایصال ثواب کے لیے ضرور کچھ نہ کچھ پکوا کر درویشوں اور طلباء میں تقسیم فرمایا کرتے۔ ایسے کھانے بالعموم عمدہ ہوا کرتے تھے۔ آپ کی برکت اور تصرف سے یہ اکثر اوقات دیکھا گیا کہ بہت کم کھانا کثیر التعداد لوگوں کے لیے کافی ہو جاتا تھا۔ یہ بات عوام النّاس میں آج تک مشہور ہے۔

آپ ہر چاند کی گیارہویں شب کو ختمِ غوثیہ قادریہ پابندی کے ساتھ پڑھا کرتے اور بعد میں کھانا یا پھل مٹھائی وغیرہ شرکاءِ مجلس میں تقسیم

فرماتے۔ روزانہ بعد نمازِ عصر ختمِ خواجگان آپ کا معمول تھا۔ آپ ان ختمات کو کامل ذوق وشوق سے پڑھتے اور دوسروں کو بھی پورے ادب واحترام کی ہدایت فرماتے۔ فرمایا کرتے کہ جو دعا ان کے بعد مانگی جائے بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہوتی ہے۔ حاجت مند لوگ عام طور پر ان مجالس میں شریک ہوکر طالبِ حاجت ہوتے اور اپنے مقصود کو پہنچتے۔

ان مجالس میں شریک ہونے والوں کو آپ ظاہری اور باطنی طور پر شریعت کی پیروی کی تلقین فرماتے بلکہ بعض اوقات سختی بھی فرماتے جس کی وجہ سے ہر وہ شخص جو ان میں شامل ہوتا اپنے آپ کو درست کرنے کی کوشش کرتا۔ گویا آپ نے ان ختمات کو بھی احیاء اور اشاعتِ احکامِ اسلام کا ایک ذریعہ بنا رکھا تھا۔

حضرت مولانا نے ایک رسالہ موسومہ ''رسالہ ختمات'' بھی تحریر فرمایا جس میں ترتیب ختمات کے بہت سے مجرّب اور آزمودہ تیر بہدف اوراد و وظائف درج ہیں جو ضرورت مند اور مصیبت زدہ احباب کی مشکل کشائی کے لیے اکسیر ہیں۔

آپ کا لباس اور پوشاک

آپ ہمیشہ سادہ اور ستھرا لباس پہنتے۔ نمازوں کے وقت بالعموم اور امامت کے وقت بالخصوص دستار یا عمامہ استعمال فرماتے۔ اس کے بغیر جماعت کو مکروہ خیال فرماتے۔ عام طور پر تہ بند استعمال کرتے لیکن جمعہ کے

روز نماز کے وقت شلوار پہن لیتے۔ آپ کا کرتا کھلی آستینوں والا ہوتا۔ کالروں سے آپ کو بہت نفرت تھی۔ آپ کبھی کبھی ترکی ٹوپی بھی پہن لیتے تھے مگر نماز کے اوقات میں اس پر رومال لپیٹ لیتے تھے۔

دھوبی کے دھلے ہوئے کپڑوں سے کمال ورع اور اتقاء کے باعث اجتناب فرماتے کیونکہ ان کی پاکیزگی مشکوک ہوتی تھی جوتا ہمیشہ بائیں ہاتھ سے پکڑنے کی تلقین فرماتے اور اگر کوئی شخص دائیں ہاتھ سے پکڑتا تو اس کے ساتھ مصافحہ نہ فرماتے جب تک وہ ہاتھ دھو نہ لیتا۔

زیارتِ قبور کا شوق

آپ اولیائے کرام اور علمائے عظام کے مزارات کی زیارت کے بہت شائق تھے۔ بعض ناواقفوں نے حضرت پر یہ بہتان باندھا ہے آپ ولی کے مزار اور پیر کے سامنے سجدہ تعظیمی کے قائل تھے جو بالکل غلط ہے۔ زیارت قبور آپ کا معمول تھا کہ مزار پر مودّبانہ انداز کے ساتھ پہنچ کر پہلے سلام مسنونہ عرض کرتے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ لَکُمْ تَبعٌ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ.

اس کے بعد آپ صاحبِ مزار کے سینے کے محاذ میں قبلہ کی طرف منہ کر کے ذرا فاصلے پر ہٹ کر کھڑے ہو کر دست بستہ فاتحہ پڑھتے اور پھر دعا

فرماتے۔

اس سے فارر غ ہوکر آپ وہیں دوزانو بیٹھ جاتے اور کچھ دیر مراقبہ فرماتے۔ پھر اس کے بعد اٹھتے اور الٹے پاؤں واپس لوٹتے۔ حضرت نے سجدہ تعظیمی کے عدمِ جواز کے متعلق اپنے تصنیف کردہ رسائل

''مصباح الظلام اور احسن العقائد حصہ دوم'' میں بدلائل روشنی ڈالی ہے۔

مَنْ شَاء فلیطالع.

حضرت کا نظام الاوقات

حضرت کا معمول تھا کہ صبح صادق سے پہلے بیدار ہوکر اور نوافل تہجد پڑھ کر یادِ الٰہی میں مصروف ہوجاتے۔ یہ وقت آپ کے لیے خاص ذوق و شوق اور عجیب وغریب کیفیات کا ہوتا۔ سچ ہے۔

دل میں ہو یاد تیری گوشۂ تنہائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

پو پھٹنے سے کچھ پہلے خدام مسجد اور طلباء کو بیدار فرماتے۔ جگانے کا طریقہ آپ کا یہ تھا کہ ہر کسی کے پاس جاکر آرام سے جھنجھوڑتے اور پھر بلند آواز سے اَللّٰہ اَکْبَرُ کہتے۔ اس طریق سے سب کو بیدار کرنے کے بعد آپ پھر اپنے جائے نماز پر جابیٹھتے۔ اور فجر کی جماعت تک شغل وذکر میں محو ہوجاتے۔ جماعت کے وقت سے چند منٹ پہلے ایک شخص مسجد سے بلند آواز کے ساتھ اَلصَّلٰوۃ جَامِعَۃ کہتا۔ جس سے آپ اپنے حجرے سے باہر

تشریف لاتے اور جماعت میں شامل ہو جاتے۔ طلباء اور خدامِ مسجد بھی اس آواز پر جماعت میں شمولیت کے لیے اپنی قیام گاہوں سے نکل آتے۔

نمازِ صبح سے پہلے کا وقت آپ کے خاص الخاص فیضان کا ہوتا تھا اس لیے خادم مسجد، طلباء اور شہر کے باذوق حضرات اس موقع پر آپہنچتے اور حضرت کے حلقۂ ذکر میں شمولیت کر کے انوارِ فیضان اور تجلیّاتِ الٰہیہ سے بہرہ مند ہوتے۔

صبح کی نماز سے فارغ ہو کر آپ اسی جگہ طلوعِ شمس تک مراقبہ فرماتے۔ پھر وہیں نوافلِ اشراق ادا فرما کر حجرے میں تشریف لے جاتے اور کافی دن چڑھے تک تلاوت قرآنِ مجید اور اوراد وظائف میں لگے رہتے۔ اس عرصہ میں آپ کسی شخص سے کلام نہ فرماتے۔ اس لیے خدام مسجد اس وقت کسی شخص کو آپ کے پاس جانے نہ دیتے اور اگر کوئی اصرار کرتا تو اسے پشت کی جانب سے خاموشی سے بیٹھ جانے کی اجازت دیتے اور انوار و فیضان الٰہی سے محظوظ ہونے کا موقع دیتے۔

اس سے فارغ ہو کر آپ ظہر تک درس و تدریس میں مصروف رہتے۔ اس دوران میں کچھ وقت کھانا کھانے میں اور کچھ وقت رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنت کے مطابق قیلولہ میں صرف فرماتے۔

ظہر سے عصر کی نماز تک آپ فتاویٰ نویسی فرماتے۔ اس وقت اکثر لوگ زبانی مسئلہ پوچھنے کے لیے بھی آجاتے۔ یہ بات زبان زدِ عوام ہے کہ آپ

دورانِ گفتگو میں ہی ان لوگوں کے سوالات کے جوابات دیدیا کرتے تھے اور انہیں سوال کرنے کی بہت کم ضرورت پیش آتی تھی۔

عصر کی نماز کے بعد ختمِ خواجگان پڑھنا آپ کا معمول تھا۔اس ختم میں ایسے لوگوں کو شامل فرماتے جو حقہ نوش نہ ہوتے۔ مذہبی پابندیوں کا لحاظ کرتے اور ختم کے کلمات اور ترتیب سے واقف ہوتے کیونکہ ختم کے دوران میں کسی کو کلام کرنے کی اجازت نہ تھی۔

ختم سے فارغ ہوکر چہل قدمی کے لیے باہر تشریف لے جاتے۔اس وقت چند خدام اور طلباء بھی آپ کے ہمراہ ہوتے۔اس دوران میں بھی آپ کی گفتگو مسائل دینی کے متعلق ہی ہوتی تھی۔

واپس آکر نماز مغرب ادا فرماتے اور نوافل اوّابین ادا فرما کر تناول ماحضر فرماتے۔ پھر نماز عشاء تک طلباء کے اسباق سننے اور اس کے بعد آپ بالعموم بزرگان دین کے سوانح حیات بیان فرماتے۔اس موقع پر آپ ''فتوح الشام'' وغیرہ مستند کتب تواریخ و کتب سیر کا مطالعہ بھی فرماتے۔آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ایسی کتابیں ضرور پڑھا کرو کیونکہ اس کے مطالعہ سے دل مضبوط اور قوی ہوتا ہے اور اس میں جلاء اور نور پیدا ہو جاتا ہے۔

کاش کہ آج کل کے مسلمان بھی ان بزرگانِ دین کے نقش قدم پر چلیں اور اپنی مجالس اور فارغ اوقات میں بہادرانِ اسلام اور غازیانِ نیک انجام کے کارناموں کا مطالعہ کیا کریں۔اور خداوند تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں یعنی

اولیائے کرام کی کتب سیر پڑھا کریں تا کہ ان کے دلوں میں بھی خدمت دین وملت کا جذبہ اور جوش اور ولولہ پیدا ہو اور ان کے قلوب خداوند تعالیٰ کی معرفت کے ذوق وشوق سے معمور ہوں۔ لیکن فی زمانہ مسلمان فارغ بیٹھے ہوں تو مجنوں، شیریں، فرہاد اور اس قسم کے دوسرے من گھڑت قصے اور الف لیلیٰ کی بے سروپا کہانیاں اور اخلاق سوز ناول پڑھتے ہیں جن کی وجہ سے ان کے اخلاق خراب اور قلوب دینی اور قومی محبت سے خالی رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان دوسری اقوام سے ہر میدان میں پیچھے اور ذلت اور پستی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور وہ لوگ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر اور ان کے نمونے کی پیروی کر کے ترقی کی راہ پر گامزن تھے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَاُوْلِی الْاَبْصَارِ.

آپ کا حلیہ

آپ کا قد متوسط مائل بہ لمبائی تھا۔ جسم بھرا ہوا تھا، رنگ گندمی اور خوب سرخ، چہرہ مبارک وجیہہ اور گول تھا اور اس پر ایک خاص قسم کی نورانی جھلک تھی جس سے چہرہ انور نہایت دلکش معلوم ہوتا تھا۔

چه حسنت، آنکه گریکدم رخت راصد نظر بینم
هنوزم آرزو باشد که یك بارِد گر بینم

اس دلکشی کے علاوہ ایک نورانی جلال ورعب بھی آپ پر نمایاں تھا جس کے دیکھنے والوں کے دل مرعوب ہو جاتے تھے۔ ریش مبارک بھری ہوئی

تھی۔ آخر عمر میں اس پر مہندی لگایا کرتے جس کی رنگت سے آپ کے چہرے کی سرخی اور چمک جاتی۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس سے نورانی شعاعیں نکل رہی ہیں اور بے ساختہ چہرے کو دیکھتے رہنے کو جی چاہتا۔

هو سم بود کـه دیـده زهمان مشتاقم و بس
بـه هـزار دیـده تـنهـا بـه رخت کنم نظاره

حاضرین آپ کے چہرے کو دیکھتے تھکتے نہ تھے۔ ہر شخص عاشقانہ انداز سے ٹکٹکی لگائے گویا زبان حال سے یہ کہتا معلوم ہوتا تھا۔

جانـاں بیاد بـه چشم من ناچشم را برهم زنم
تـامـن نـه بینم روئے کس نے روئے تو دیدن هم

حضرت کی گفتگو

آپ نہایت دلکش اور نرم لہجے میں گفتگو فرماتے۔ اور الفاظ عجیب اثر انگیز لہجے میں ادا فرماتے۔ جو سامعین کے دل و دماغ میں گھر کرتے جاتے۔ مگر جب کسی بدعقیدہ اور گستاخ و بے ادب کا رد فرماتے تو آپ کو اس قدر جلال و جوش آجاتا کہ چہرہ انور دمکنے لگ جاتا۔ آواز بلند اور رعب دار ہو جاتی۔ آخر عمر میں کثرتِ مطالعہ اور کتب بینی سے آنکھوں کی بینائی میں کچھ کمی آگئی تھی۔ اور آپ اپنی مرضی اور شوق کے مطابق مطالعہ نہ کر سکتے تھے۔ مگر آپ کے حافظے اور وسعتِ مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ استفتاؤں کا جواب لکھواتے وقت کتبِ احادیث اور فقہ کے حوالہ جات بقید صفحہ و سطر درست

لکھوا دیا کرتے اور صفحہ کھولنے پر جہاں انگلی رکھتے وہیں سے اس مسئلہ کے متعلق حوالہ مل جاتا۔

الغرض آپ کی ذات ستودہ صفات مصدرِ فیوض و برکات جہان میں ایک اعلیٰ نشان تھی جس سے تمام مذاہب باطلہ لرزاں اور غیر مقلدین ترساں تھے۔ آپ نے ہزاروں مصیبت زدگان افسردہ جاناں کو اپنے کرم فراواں سے منازل جاوداں پر پہنچایا اور مردہ دلوں کو باطنی فیوض سے زندہ دل بنایا۔ سعدی نے کیا خوب کہا ہے

نہ حُسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

باب دوم

کشف وکرامات

باطنی صفائی اور مکاشفہ قلبی میں جو کمال آپ کو حاصل تھا۔اس کا مجمل سا ذکر پہلے باب میں بعض مقامات پر کیا گیا ہے۔ یہ بات مشہور تھی کہ آپ کا اکثر کلام حاضرین مجلس کے قلبی خطرات کے جواب میں ہوا کرتا تھا۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا۔ کہ ایک شخص گھر سے کوئی مسئلہ پوچھنے یا کسی مشکل کا حل دریافت کرنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ وہی مسئلہ بیان کرتے۔ دیگر مسائل کے دوران میں آپ خود بخود اس کے سوال کا جواب ارشاد فرما دیتے۔آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ جو آج تک لوگوں کی زبان پر جاری ہے۔جن میں سے چند اس مختصر سے تذکرہ میں درج کی جاتی ہیں۔

یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ

جناب مولانا حکیم محمد یعقوب صاحب سلامت پوری نے بصدق زبان یوں بیان فرمایا کہ ایک موقع پر آپ کسی سائل کی مقصد براری کے لیے جو دہلی میں تھا مسجد کی چھت پر چند حضرات کے ساتھ ختم غوثیہ عالیہ قادریہ پڑھ رہے تھے۔ دورانِ ختم کمال محویت اور توجہ سے آپ ”یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ“ کا تکرار فرما رہے تھے۔ شرکائے مجلس پر بھی آپ کی توجہ باطنی

سے ایک بے خودی کی سی کیفیت طاری تھی کہ آپ کے چہرہ انور سے دفعۃً عجیب قسم کے انوار نمودار ہونے لگے۔ اچانک آپ آسمان کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگ گئے۔ پھر دفعۃً یہ کلمات کہتے ہوئے دست بستہ کھڑے ہو گئے۔

"آپ تو کفار بد کردار کی مدد فرمایا کرتے ہیں۔ اگر میں نے ایک گنہگار کی سفارش کر دی تو کیا ہرج ہے؟ وہ اس مصیبت سے نجات حاصل کر کے آئندہ اپنے آپ کو کر درست کر لے گا۔ اور اپنی بداعمالیوں سے تائب ہو جائے گا۔ حضور توجہ فرمائیں تاکہ اس غریب کا کام بن جائے اور آپ کے اس خادم کی عزت افزائی ہو۔

اتنا فرما کر آپ بیٹھ گئے اور ختم شریف کے اذکار میں مشغول ہو گئے۔ فارغ ہونے کے بعد ایک شخص کے استفسار پر فرمایا۔

"حضرت سیدی غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ایک سنہری تخت پر تشریف لائے تھے اور فرماتے تھے ایک فاسق وفاجر کی سفارش کیوں کرتے ہو؟"

"میں نے حضور کے اس ارشاد کے جواب میں جو عرض کیا وہ تم نے سن لیا ختم کے بعد آپ مسجد سے نیچے تشریف لا کر حجرے میں داخل ہو گئے اور کچھ دیر مراقبہ میں رہے۔ خدا کی شان دوسرے دن ہی اس شخص کا دہلی سے تار آ گیا کہ آپ کی دعا اور توجہ سے میرا کام ہو گیا ہے۔"

تھانے دار کو بحال کرا دیا

جناب حکیم محمد یعقوب و چند دیگر عقیدت مندوں نے بصدق مقال بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک معطل شدہ تھانیدار پولیس معہ چند احباب کے اپنی مشکل کے حل کے لیے دعائے خیر کرانے حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی درخواست پر ازراہ ہمدردی دونوں ہاتھ اٹھائے۔ دعا ختم کرنے سے پہلے ہاتھ نیچے کر دیئے اور فرمایا: ''دعا میں لطف نہیں آرہا، یہ کہہ کر آپ نے تھانیدار کو بیٹھا رہنے دیا اور دوسروں کو حجرے سے باہر چلے جانے کو کہا جب تمام اشخاص چلے گئے اور صرف تھانیدار رہ گیا تو آپ نے اسے اپنے پاس بلا کر آہستہ سے ارشاد فرمایا۔

''تم نے اپنی اس ملازمت کی وجہ سے مخلوقِ خدا پر جو ناحق مظالم کئے ہیں وہ میری دعا کو درِ اجابت تک پہنچنے نہیں دیتے۔ اگر تم اپنی مقصد بر آری چاہتے ہو تو اس قسم کی تمام باتوں سے توبہ کرو۔ اور آئندہ نیکی اور شرافت سے زندگی بسر کرنے کا وعدہ کرو۔ تو امید ہے کہ خداوند تعالیٰ کرم فرمائیں گے اور تمہاری مشکل حل ہو جائے گی۔''

تھانیدار اس وقت سخت مصیبت میں پھنسا ہوا تھا اس لیے اس نے حضرت سے وعدہ کیا کہ آئندہ وہ مخلوقِ خدا پر مظالم نہ کرے گا اور نیکی اور شرافت سے زندگی بسر کرے گا۔ اس کے بعد آپ نے لوگوں کو اندر بلا لیا اور دعا کے لیے پھر ہاتھ اٹھائے۔ اس دفعہ آپ نے پوری محویت اور ذوق و توجہ

سے دعا فرمائی جب دعا مانگ چکے تو فرمایا۔

"الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے میری دعا قبول فرمالی ہے۔ اور اس کے احسان و مہربانی سے امید ہے کہ تم اپنی ملازمت پر بحال کر دئے جاؤ گے۔

چنانچہ چند دنوں کے بعد ہی وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے بحال کر دیئے جانے کی اطلاع دی۔ اس طرح آپ کی توجہ باطنی سے نہ صرف وہ شخص اپنی مصیبت سے نجات پاکر اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگا بلکہ آئندہ کے لیے نیک اور شریف بن گیا اور مخلوقِ خدا اس کے شر سے محفوظ ہوگئی۔

داتا گنج بخش نے قرآن پاک کی تفہیم کا طریقہ سمجھایا

آپ کو نہ صرف کشف قلوب ہی تھا بلکہ کشف قبور بھی بدرجہ اتم حاصل تھا، چنانچہ ایک دفعہ آپ اپنی زبان فیضِ ترجمان سے فرمانے لگے۔

میں ایک دن حضرت علی مخدوم ہجویری داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزارِ مقدس کی زیارت کے لیے گیا۔ ابھی باہر والی ڈیوڑھی میں ہی تھا کہ دل میں قرآنِ کریم کی کسی آیت شریفہ کا خیال آگیا۔ اور میں اس کے مطالب ومعانی پر غور وفکر کرتا رہا سلام اور فاتحہ کے بعد جب مراقبہ کے لیے بیٹھا تو داتا صاحب نے فرمایا:

"مولوی صاحب! قرآن خلّاقِ عالم کا کلام ہے اس کے تمام وکمال کو

صاحبِ کلام ہی جانتا ہے۔ کسی بشر کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اس کے مطالب و نکات سے کماحقہٗ پوری طرح واقف ہو سکے۔ قرآن پاک کی آیات میں بلاشک تدبر اور تفکر کیا کرو۔ خدا کے فضل و کرم سے انشراحِ صدر ہوگا اور کلامِ خداوندی کے عجیب و غریب معانی و مطالب سمجھ میں آئیں گے لیکن خبردار! دل میں کبھی یہ خیال نہ آنے دینا کہ تم نے اس کلام مبارک کی تمام و کمال شرح سمجھ لی اور اب کوئی اس سے زیادہ شرح نہیں کر سکتا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ حضرت داتا صاحب نے ہدایت کی کہ قرآن کے معانی اور تشریح کے لیے صاحبِ قرآن عزَّ وجلَّ اور حضرت شارح علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے رجوع کیا کرو، اپنے علم و عقل اور قیاس کو اس میں دخل نہ دیا کرو۔

کشف القبور

ایک مجلس میں آپ نے موضع ڈنگہ ضلع گجرات کے ایک ولی اللہ کا ذکر سنایا جو اس وقت وفات پا چکے تھے۔ کہ ایک دفعہ ایک بزرگ ان کی ملاقات کے لیے گئے۔ رات کو جب وہ بزرگ نماز تہجد کے لیے جاگے تو ولی اللہ بیدار نہ ہوئے۔ نو وارد بزرگ نے نوافل پڑھتے پڑھتے ہی دل میں خیال کیا کہ یہ عجیب ولی اللہ ہیں کہ ایسے مبارک اور سعید وقت میں خواب غفلت میں مدہوش ہیں لیکن وہ بزرگ صاحب دل دراصل ان نو وارد سے پہلے ہی نوافل تہجد سے فارغ ہو کر اس وقت لیٹے ہوئے ذکر قلبی میں محو تھے۔ اس شخص کے

خطرے پر مطلع ہو کر بولے میری نیند تیری اس نماز سے اچھی ہے۔

حضرت مولانا نے فرمایا کہ مجھے اس بزرگ کا یہ فرمان سمجھ نہ آیا تو میں ایک دفعہ بھیرہ جاتا ہوا جب ڈنگہ کے پاس سے گزرا تو میں نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ان کی طرف توجہ کر کے فاتحہ پڑھی اور مراقبہ کر کے ان کے کلام کے صحیح مطلب کی تفہیم کی درخواست کی کہ ان کی طرف سے القا ہوا کہ وہ بزرگ ظاہر تو نماز میں مصروف تھے لیکن اصل میں غیبت کر رہے تھے جو عندالشّرح حرام ہے اور میں بظاہر تو لیٹا ہوا تھا لیکن باطن ذکر قلبی میں محو ہو کر سلطان الاذکار کے مقام پر تھا۔ لہٰذا میری نیند بوجہ شغل تسبیح وتہلیل ان کے فعل ناجائز سے ملوث نماز سے افضل تھی، سچ ہے۔

بہ زبان تسبیح ودر دل گاوَ خر　　ایں چنیں تسبیح کہ دارد اثر

فرنگی کے شر سے بچایا

جناب مولانا حکیم محمد یعقوب سلامت پوری نے بصدق مقال بیان فرمایا کہ ایک صبح آپ نے مجھے ارشاد فرمایا۔

”حکیم! آج رات میں نے دیکھا کہ ایک لڑکے کو دو انگریزوں نے پکڑا ہوا ہے کیونکہ اس سے کوئی ضروری کاغذ گم ہو گیا تھا لیکن میری سفارش سے انہوں نے اسے بالآخر چھوڑ دیا۔

ان دنوں حکیم صاحب ایک دفتر میں ملازم تھے اس دن جب وہ دفتر گئے تو ان سے ہی ایک ضروری کاغذ گم ہو گیا۔ افسران بالا نے اس کاغذ

کا مطالبہ کیا لیکن باوجود تلاش بسیار کے وہ کہیں سے مل نہ سکا۔ آخر وہ معاملہ دفتر کے اعلیٰ افسروں کے پاس پہنچا۔ کاغذ اس قدر اہم اور ضروری تھا کہ اس کے نہ ملنے کی صورت میں حکیم صاحب کی موقوفی یا معطلی یقینی تھی مگر چونکہ اسی صبح کو ان کے ہادی و رہبر نے انہیں اس واقعہ کے متعلق اشارتاً مطلع کر دیا تھا اور پھر یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ معاملہ ان کی توجہ اور امداد باطنی سے رفع دفع ہو گیا ہے۔ اس لیے وہ بالکل مطمئن تھے۔

رضا بمولیٰ بدہ در جبیں گرہ بکشاء   کہ برمن و تو در اختیار نکشاد است

صورت حال بڑی تشویشناک ہو گئی ہر شخص نے حکیم صاحب کے متعلق یقین کر لیا کہ کاغذ نہ ملنے کی صورت میں ان کا ملازمت پر فائز رہنا محال بلکہ ناممکن ہے مگر آپ کی توجہ باطنی اور تصرف سے معاملہ صرف تنبیہ پر ختم ہو گیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

مشو نو مید گرداری گناہے   کہ سلطان کریماں مست خوش خو!

فقہ شریف کا ادب

حافظ نیک محمد صاحب پوٹھوہاری نے بزبان خود بیان کیا کہ لاہور کی ایک معروف و مشہور جامع مسجد کے خطیب صاحب (جن کا نام بغرض اخفاء درج نہیں کیا جاتا) مطلقہ بطلاق ثلاثہ کے متعلق غلط فتویٰ لکھ دیا۔ مستفتی اس فتویٰ کو آپ کی خدمت میں لے کر تصدیق کے لیے حاضر ہوا۔ فتوے ملاحظہ فرمانے کے بعد آپ نے فرمایا: ”جاؤ اور اس مفتی کو میرے پاس بلاؤ“

اس شخص نے جب خطیب صاحب کو آپ کی طلبی کا پیغام پہنچایا تو ان کا ماتھا ٹھنکا۔ انہیں اپنے غلط فتویٰ کا علم تھا اور اس بات کا بھی علم تھا کہ مولانا ایسی باتوں پر سخت بگڑتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے کوئی بہانہ بنا کر معذوری کا اظہار کر دیا اور اس شخص کو واپس کر دیا۔

جب اس شخص نے واپس پہنچ کر خطیب صاحب کا پیغام عرض کیا تو آپ سخت ناراض ہوئے، خود ان کے پاس جانے کے لیے تیار ہو گئے آپ جوش غضب میں فرمانے لگے۔

اس ملاّ کی ضرور گوشمالی کرنی چاہئے یہ فقہ شریف میں رخنہ اندازی کرتا ہے۔ اس وقت عشاء کی نماز کا وقت قریب تھا اور خیال تھا کہ خطیب صاحب مسجد سے جا چکے ہوں گے اس لیے خدام نے بصد منت وسماجت آپ کو اس ارادہ سے روکنے کی کوشش کی۔ اور آپ کے غصے کو فرو کیا۔ خدام کے کہنے پر آپ نے اس وقت ان کے پاس جانے کا ارادہ ترک کر لیا اور حجرے میں جا بیٹھے اور دیر تک لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمُ پڑھتے رہے۔

خدا کی شان دوسرے دن صبح کی نماز کے بعد وہی خطیب ایک ٹوکری شیرینی لیے حاضر خدمت ہوا اور معافی مانگنے لگا، حضرت نے فرمایا:

"آپ کی شیرینی کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں، آپ صرف اپنے اس طریقہ سے باز آجائیں اور خداوند تعالیٰ اور حضرت شارع علیہ الصّلوٰۃ

والسّلام کو راضی کریں۔ کیونکہ شریعت اسلامی کے احکام میں رخنہ اندازی کرنا خدا اور اس کے پیارے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ایذاء پہنچانا ہے اس کے بعد انہیں بہت سی قیمتی نصیحتیں فرما کر رخصت کر دیا۔

گجر کی گمشدہ بھینسیں

میاں مولا بخش صاحب سابق ٹھیکیدار چیفس کالج لاہور نے جو آپ کے معتقدین میں سے بڑے مخلص عقیدت مند تھے ایک دن بصدق زبان یوں بیان کیا کہ ایک دفعہ ظہر کی نماز کے بعد ایک گجر حاضرِ خدمت ہوا اور حضور کے سامنے پہنچتے ہی رونے لگ گیا۔ آپ نے بڑی شفقت اور دلداری سے اس سے پوچھا تو کہنے لگا۔

غریب نواز! میں لٹ گیا۔ آج صبح میری سات بھینسیں جو میرے معاش کا سبب اور زندگی کا سہارا تھیں چور لے گئے۔ اس وقت تک تلاش بسیار کر چکا ہوں مگر کہیں ان کا کھوج نہیں ملتا۔ آخر تھک ہار کر حضور کی خدمت میں فریاد لے کر آیا ہوں۔ براہِ خدا میری فریاد رسی کریں۔

آپ کو اس کے حال زار پر رحم آیا قلم دوات طلب فرما کر ایک تعویذ لکھا اور ایک کتاب میں رکھ دیا اور اسے ارشاد فرمایا۔

مسجد کے اوپر جا اور مغربی دیوار پر روبقبلہ ہو کر بیٹھ جا تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص آئے گا اور تمہیں بلائے گا۔ تم اس کے فرمان پر کسی کے ذکر کئے بغیر بلا تامل عمل کرنا۔

حسب ارشاد وہ شخص مسجد کی چھت پر چڑھ گیا اور اس کی قبلہ رخ دیوار پر جا کر بیٹھ گیا۔ خدا کی شان تھوڑے وقت کے بعد ہی ایک سفید ریش بزرگ آئے۔ اسے نام لے کر پکارا اور نیچے آنے کو کہا۔

گجر نے آواز سنی تو فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا:

"پریشان کیوں ہے؟" "تمہاری بھینسیں اس وقت متصل شاہی پریڈ کے میدان میں نالے کے کنارے چر رہی ہیں میرے آدمی انہیں گھیرے کھڑے ہیں جا انہیں سنبھال لے اور اپنے گھر لے جا۔

وہ شخص ان کا فرمان سنتے ہی پیریڈ کی طرف بھاگا تھوڑی دور جا کر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ بزرگ غائب تھے بہرحال جب وہ مقام مذکور پر پہنچا تو اپنی بھینسوں کو وہاں موجود پایا۔ اس نے محسوس کیا کہ بھینسیں کچھ خوف زدہ اور سہمی ہوئی تھیں۔ اس نے وہاں پہنچ کر انہیں ہانک لیا اور گھر لے آیا۔ اس بات سے وہ سخت متعجب و حیران ہوا کیونکہ وہ کئی بار اس مقام پر پہنچ کر تلاش کر چکا تھا۔

بہرحال بھینسوں کو گھر پہنچا کر اس نے کچھ نقد روپے و مٹھائی اور ایک دستار لی اور خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

حضرت نے اس کا مقصد حل ہو جانے پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا:

یہ چیزیں ہم نے تمہاری طرف سے قبول کیں۔اب یہ واپس لے جا اور اپنے بال بچوں میں استعمال کر۔ گجر نے ہر چند اصرار کیا کہ آپ وہ تمام اشیاء رکھ لیں لیکن آپ نہ مانے۔ آخر اس نے مٹھائی اور رقم مسجد کے طالب علموں اور درویشوں میں تقسیم کر دی اور دستار بادلِ نخواستہ واپس لے گیا۔

چوں دلت از عشق او گریار شود

ہر چہ مے خواہی تو آں دم آں شود

برکتِ تبرّک

آپ کے تلمیذِ باتمیز جناب مولانا حکیم محمد یعقوب صاحب سلامت پوری نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ وہ دفتر سے فارغ ہو کر سیدھے مسجد میں حضرت کی خدمت میں شب بسری کے لیے حاضر ہوئے۔تا کہ آخر شب کی مجلس میں شامل ہو کر فیوض و برکات سے متمتع ہوں لیکن اس دن کچھ دفتری کام کی زیادتی اور شام کو زیادہ کھانے کی وجہ سے ان پر سستی اور ذہول کی کیفیت طاری ہوگئی۔ چنانچہ جب آپ نماز عشاء ادا کرنے کے بعد حجرہ مقدسہ میں تشریف لے گئے اور حسبِ معمول بیٹھ کر کتب سیر اور کتبِ تاریخ کا مطالعہ کرنے لگے۔ اس وقت مسجد کے خدام طالب علم اور دوسرے احباب بھی حجرے میں حضرت کے آس پاس بیٹھ گئے۔ حکیم صاحب پر غنودگی کا عالم طاری تھا لیکن اپنے آپ کو مجبور کر کے وہ بھی حضرت کی خدمت میں بیٹھ گئے۔اتفاق سے آپ نے حکیم صاحب سے کچھ کہا۔ حکیم صاحب

اس وقت اونگھ رہے تھے۔ اس لیے حضور کے ارشاد عالیہ کو اچھی طرح سمجھ نہ سکے۔

حکیم صاحب کی یہ حالت دیکھ کر آپ نے خادم خاص میاں غلام حسین صاحب کو بلایا اور فرمایا:

''حکیم کو میرا پس خوردہ کچھ کھانا لا دے تا کہ چند لقمے کھا لے۔''

حکیم صاحب حضرت کا یہ فرمان سن کر دل میں خیال کرنے لگے کہ مجھ پر تو پہلے ہی بسیار خوری کے باعث غفلت اور غنودگی کا عالم طاری ہے۔ آپ اور کھانے کو ارشاد کر رہے ہیں لیکن جب میاں صاحب کھانا لائے تو ''الامر فوق الادب'' حکیم صاحب نے چند لقمے کھا لیے ان لقموں کا کھانا تھا کہ اسی وقت نیند اور غفلت دور ہو گئی اور ان کی طبیعت ایسی ہلکی ہو گئی کہ بیدار رہنے کو جی چاہنے لگا اور رونگٹے رونگٹے سے ذکر الٰہی جاری ہو گیا۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر　　گرچہ ماند در نوشتن شیر شِیر
آں خورد زاید ہمہ بغض و حسد　　ایں خورد زاید ہمہ نورِ واحد

ذلیل مُشرک اور فراستِ مومن

آپ کے اکثر عقیدتمندوں اور متوسلین نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک عیسائی مبلغ ماہرِ علومِ عربیہ اسلامی لباس پہن کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ اس طرح بھیس بدل کر اور اپنے علم و فضل کی سندات دکھا کر کسی خاص مقصد کے لیے متعدد علماء سے سندات حاصل کر چکا تھا۔ آپ کی

خدمت میں بھی وہ اسی غرض کے لیے آیا تھا۔ شاید علماء کی ان سندات کے ذریعے وہ اسلامی ممالک میں اثر پیدا کر کے اپنے لیے تبلیغ کا راستہ ہموار کرنا چاہتا ہوگا۔ لیکن آپ نے اپنی باطنی آنکھوں اور چشمِ بصیرت سے اس کی اصلی حالت کو معلوم کر لیا اور فرمایا:

''جب تک ایک شخص ایماندار نہ ہو اس کا علم و فضل کسی کام کا نہیں۔ میں ایسے شخص کو کیسے سند دے سکتا ہوں جو مسلمان نہیں۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے اس سے دوسرے علماء کی سندیں بھی چھین لیں۔ اور اسے واپس دینے سے انکار کر دیا۔ وہ شخص اپنی پردہ دری سے اسقدر شرمندہ ہوا کہ کچھ نہ کر سکا، اور خائب و خاسر واپس ہوا۔

انشراحِ صدر بخش دیا

آپ کے شاگردِ رشید حکیم مولانا محمد یعقوب صاحب نے ایک دفعہ آپ سے عرض کی۔ ''غریب نواز! میرے گاؤں والے آپ کے دیدار پر انوار کے آرزومند ہیں۔ اور التجا کرتے ہیں کہ آپ وہاں قدم رنجہ فرما کر اس خراب آباد کو آباد فرمائیں اور لوگوں کو اپنے مواعظ حسنہ سے بھی مستفید فرمائیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

''جو سبق مجھ سے تو پڑھا کرتا ہے یہی میرا واعظ ہے اسے خود ہی وہاں سنا دیا کرو، میرے وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔''

حضرت نے اس ارشاد کے ساتھ ہی باطنی طور پر حکیم صاحب کے انشراحِ صدر کی طرف توجہ فرمائی۔ اس دن سے حکیم صاحب کی زبان کی روانی اور تقریر میں ایسی تاثیر پیدا ہوئی کہ جس مضمون پر چاہتے گھنٹوں تقریر کر سکتے تھے اور سامعین بے حد متاثر ہوتے تھے آپ بھی اپنے فاضل و کامل استاذ کی طرح اپنی تقریر کو تکلفات اور تصنّع سے پاک رکھتے تھے۔

دل کے خیال سے آگاہی

جن دنوں والئی افغانستان سردار حبیب اللہ خان لاہور تشریف لا رہے تھے قیام لاہور میں ایک دفعہ امیر صاحب نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے شاہی مسجد آئے۔ ایک بجے کے قریب کئی لوگ امیر صاحب کی زیارت کے لیے مسجد کی طرف جوق در جوق جانے لگے۔ حکیم مولانا محمد یعقوب سلامت پوری کے دل میں بھی خیال آیا کہ مسلمان بادشاہ ہے اس کی زیارت کرنی چاہیے لیکن ساتھ ہی دل میں خیال آیا مبادا وہ امیر صاحب کو دیکھنے جائیں اور ادھر نماز جمعہ ہو جائے تو ان کے لیے نہایت رنج و قلق کا باعث ہوگا۔ کیونکہ وہ دفتر سے چھٹی ملنے پر خاص طور پر آپ کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کرنے اور آپ کے مواعظ حسنہ سننے کے لیے ہر ہفتے آیا کرتے تھے۔

لیکن واقفِ اسرارِ باطنی مرشد نے اپنے خادم کی اس تشویش کو معلوم کر لیا اور فرمایا: ”حکیم جاؤ! امیر کابل کو دیکھ آؤ نماز جمعہ میں ابھی بہت دیر ہے تو واپس آکر بخوبی یہاں نماز ادا کر سکے گا اور وعظ بھی سن لے گا۔

حکیم صاحب حسب ارشاد امیر صاحب کو دیکھنے کے لیے چلے گئے وہ قلعہ کے پاس سے گزر کر حضوری باغ میں داخل ہی ہوئے تھے کہ امیر صاحب کی سواری آ گئی اور وہاں زیارت کر کے بہت جلد واپس مسجد میں پہنچ گئے اور آسانی کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے۔

قالوا بلیٰ ......

مولانا حکیم محمد یعقوب صاحب سلامت پوری نے بصدق مقال یوں بیان فرمایا کہ جن دنوں وہ مفتی سلیم اللہ صاحب سے طب پڑھا کرتے تھے ان دنوں ان کا حضرت سے تعارف نہ تھا لیکن حضرت کے تبحر علمی اور روحانی فیوض و برکات کا آپ کو علم تھا اس لیے کبھی کبھی زیارت کے لیے مسجد میں آجایا کرتے تھے۔

ایک دن انہوں نے حضرت کی تصنیف کردہ چند کتب میاں غلام حسین صاحب خادم خاص سے خریدیں مگر پوری قیمت موجود نہ ہونے کے باعث باقی رقم چند دنوں کے لیے قرض رکھنے کی التجا کی۔ میاں صاحب کے پاس اس وقت صاحبزادہ محمد مظہر صاحب موجود تھے۔ وہ حکیم صاحب کو ساتھ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔

''ابا جان! اس شخص نے چند کتابیں خریدیں ہیں لیکن اس کے پاس پوری قیمت نہیں اس لیے باقی رقم ادھار رکھتے ہیں لیکن انہیں ادھار کیسے دیا جا سکتا ہے جبکہ ہمیں معلوم نہیں کہ یہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟''

حضرت نے فرمایا:

''جانے دو، اپنا آدمی ہے۔ جتنے پیسے اس کے پاس ہیں وہی قبول کرلو، باقی جانے دو''۔

اس وقت تو حکیم صاحب نے حضرت کے اس ارشاد کو ان کی خوش خلقی اور فراخدلی پر محمول کیا مگر جب کچھ عرصہ کے بعد انہیں حضرت سے شرفِ تلمذ اور بیعت حاصل ہوگئی تو معلوم ہوا کہ حضرت کا وہ ارشاد محض خوش خلقی اور فراخدلی ہی پر مبنی نہ تھا بلکہ حضرت کو اپنی باطنی نظر اور کمال مکاشفہ سے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ ایک دن وہ آپ کے زمرہ تلامذہ اور خدام میں داخل ہوجائے گا اور اس تعلق سے حضرت نے انہیں اپنا آدمی فرمایا تھا۔

چنانچہ ''طبقات'' میں امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے سلف صالحین میں سے ایک شہرۂ آفاق ہستی حضرت سہیل بن عبداللہ تستری قدس سرۂ العزیز سے نقل کیا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں عالمِ ارواح کے میثاق بلیٰ کو جانتا ہوں اور اس بات سے بھی واقف ہوں کہ اس وقت میرے دائیں اور بائیں جانب کون کون تھے اور میں اپنے مریدوں کو ان کے اجداد کی پشتوں سے پہچان لیتا ہوں اور جو اتنا جاننے کے قابل نہ ہو اسے پیر بننے کا کوئی حق نہیں۔

خداوند تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمارے مقتداء اور راہنما حضرت مولانا اس صفت سے متصف تھے اور وہ بھی اپنے مریدوں کو پہچان کر بیعت سے عرصہ پہلے اظہار فرمادیا کرتے تھے۔

سب سلاسل طریقت کا منبعِ فیض

حکیم صاحب موصوف کا بیان ہے کہ اس واقعہ سے کئی ماہ بعد جب انہوں نے حضرت کی خدمت میں زمرۂ عقیدتمندوں میں داخل کیے جانے کی درخواست کی تو حضرت نے اپنے معمول کے مطابق فرمایا۔

اچھا تمہیں بھی راستے کا ساتھی بنا لیتے ہیں کیونکہ

حدیث شریف میں ہے:

مَنْ شَذَّ مِنَ الْجَمَاعَةِ شُذَّ فِی النَّارِ

یعنی جو جماعت سے الگ ہوا وہ دوزخ میں جائے گا اس کے بعد آپ نے مشائخِ طریقت چشتیہ کا سلسلہ پڑھا، پھر پوچھا تجھے اس سلسلہ میں داخل ہونا منظور ہے؟

حکیم صاحب نے جواباً عرض کیا:

''غریب نواز! مجھے بدل وجال منظور ہے۔''

حکیم صاحب ان دنوں تک طریقت خاندان نقشبندیہ کی طرف زیادہ رغبت رکھتے تھے۔ اور انہیں معلوم نہ تھا کہ حضور سلسلہ چشتیہ کے بزرگ ہیں جب حضور نے سلسلہ پڑھا تو حکیم صاحب دل میں خیال کرنے لگے۔

''یہ سلسلہ جو حضور نے پڑھا ہے نقشبندیہ معلوم نہیں ہوتا۔''

حضرت نے کشفِ قلبی سے ان کے اس وسوسہ سے مطلع ہو کر فرمایا۔

حکیم! سب سلاسل ایک ہی ہیں اور سب کے سب سردار دو عالم رحمت

مجسم صلی اللہ علیہ وسلّم سرچشمۂ وفیوضات البرکات سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ حضرت کے اس فرمان سے حکیم صاحب کا خطرہ پوری طرح دور ہوگیا۔اس کے بعد آپ نے انہیں بیعت فرمایا اور ایسا فیض بخشا کہ اس کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ۔ تانہ بخشد خدائے بخشندہ

شفاء

حضرت مولانا مولوی غلام حیدر صاحب قریشی نے جو حضرت مولانا کی خدمت میں کئی سال رہے اور حضرت سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔انہوں نے بصدق مقال یہ بیان فرمایا کہ ایک دن حسب معمول بعد نماز عصر آپ چہل قدمی کے لیے نکلے۔اس دن حضور نے مجھے ہمراہ چلنے کو ارشاد فرمایا، ادھر ادھر پھرتے پھراتے ایک ایسی جگہ چلے گئے جہاں پہلے کبھی نہیں گئے تھے۔ دفعۃً آپ نے ایک جگہ پاپوش اتار دی اور فرمایا:

"لڑکے! جوتا اتارلو، جوتا اتارلو۔"

میں نے جھٹ تعمیل ارشاد کی تو آپ نے فرمایا:

"ذرا ادھر اُدھر بھاگ کر دیکھو اور اگر کوئی آدمی ملے تو اسے بلالاؤ۔"

میں نے گھوم کر دیکھا اس وقت صرف ایک بڑھیا عورت چند بکریاں جھاڑیوں میں چرا رہی تھی۔ میں اسے اپنے ہمراہ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اسے دیکھ کر حضرت نے فرمایا:

''مائی جی! کیا یہاں قریب کوئی مزار ہے؟''

''مزار تو کوئی نہیں حضور'' مائی نے جواباً عرض کیا اور پھر ایک جھاڑی کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگی: ''البتہ اس جھاڑی میں یہ عجیب بات ہے کہ جب کبھی ہمارے مویشی کسی وجہ سے بیمار ہو جائیں تو اس کے چند پتے اسے کھلا دیئے جاتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم کر دیتا ہے اور وہ جانور صحیح و سالم ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد کوئی چیز فی سبیل اللہ غرباء میں تقسیم کر دی جاتی ہے۔ حضرت مولانا نے مائی کی یہ بات سن کر فرمایا: ''کہ اس جگہ کوئی مردِ خدا مدفون ہے۔''

اس کے بعد آپ نے مجھے فرمایا:

''بچہ! تم تھک تو گئے ہو گئے لیکن اگر کسی کھیت سے چند ڈھیلے مٹی کے اٹھا لاؤ گے تو تمہیں واپس جا کر دودھ پلائیں گے۔

آپ کے فرمان کی تعمیل میں میں بھاگا بھاگا ایک کھیت میں گیا اور چند بڑے بڑے ڈھیلے اٹھا لایا اور تھوڑی دیر میں حضرت کے قریب ڈھیلوں کا ڈھیر لگا دیا۔ آپ اس دوران میں ایک خاص محویت کے عالم میں اسی جگہ مراقبہ کیئے کھڑے رہے۔

مراقبہ سے فارغ ہو کر آپ نے اس جھاڑی کے متصل جنوب کی طرف ان ڈھیلوں کو اوپر نیچے رکھ کر قبر کی شکل بنا دی اور پھر پانی منگوا کر اس پر چھڑک دیا اور مائی سے فرمانے لگے۔

مائی اس جگہ ایک صاحبِ تصرف و کرامت بزرگ مدفون ہیں جن کی برکت سے اس جھاڑی کے پتوں میں شفا کی تاثیر ہے۔ اگر آپ اس زمین کے مالک کو جانتی ہیں تو اسے اس بات کی اطلاع دے دیں اور اسے میری طرف سے ہدایت کر دیں کہ اس قبر کا دھیان رکھے اور اس کی بے ادبی نہ ہونے دے۔ یہاں کم از کم ہر جمعرات کو ضرور چراغ جلا دیا کرے اور کبھی کبھی ایصالِ ثواب بھی اپنی وسعت کے مطابق کرتا رہے۔ خداوند تعالیٰ کے فضل اور اللہ تعالیٰ کے اس پیارے بندے کی توجہ سے اسے بہت برکت حاصل ہوگی۔''

''حضور آپ کہاں رہتے ہیں؟'' مائی نے عرض کیا۔ ''میں اس کو ضرور آپ کی خدمت میں بھیجوں گی، وہ میرا بھائی ہے۔ آپ خود اسے فرما دیں۔

مائی صاحبہ کے جواب میں آپ نے پتہ اسے بتا دیا اس کے بعد آپ نے وہاں فاتحہ پڑھی اور واپس لوٹے۔

اس کے بعد بھی آپ کبھی کبھی فاتحہ خوانی کے لیے وہاں جاتے رہے۔ اس زمین کے مالک اور اس علاقے کے دوسرے لوگوں نے مل کر وہاں پختہ مزار اور اس کے گرد دیوار کا احاطہ بنا دیا۔ حضرت کے تصرف سے متعدد لوگ اس مزار پر آنے جانے لگ گئے۔ وہ مزار آج تک موجود ہے اور مرجع خلائق ہے۔

وہابی اور قرآن

جناب حکیم مولوی یعقوب صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ان کے ہاتھ میں ایک رسالہ ''القول الجمیل'' مؤلفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرۂ مترجمہ مولوی خرم علی تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

''حکیم! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟''

میں نے عرض کیا: ''عالیجاہ! تصوف کا ایک رسالہ موسومہ ''القول الجمیل'' مترجمہ مولوی خرم علی صاحب ہے۔''

آپ میرا جواب سن کر خاموش ہو گئے اور اس کے متعلق اس وقت مزید کچھ نہ فرمایا۔ رات کو تہجد کی نماز کے بعد جب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا:

حکیم حکیم

میں نے عرض کیا: ''غریب نواز''

فرمایا: ''مولوی خرم علی کو دیکھا ہے سر پر ٹوپی اوڑھے ہندوستانی وضع قطع کا ہے۔ سیاہ فام ہے اور حلق سنوار سنوار کر لوگوں کو اذکار کی تلقین کرتا ہے مگر اس کا اپنا دل ذکرِ الٰہی اور تسبیح و تہلیل کی چاشنی سے نا آشنا ہے۔

اللہ اکبر! یہ تھا حضرت مولانا کا کمال مکاشفہ حکیم صاحب کا بیان ہے کہ بعد میں تحقیق کرنے سے مولوی خرم علی کا حلیہ ویسا ہی پایا گیا اور اعتقاداً بھی وہ وہابی نکلا۔ رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کا ارشاد گرامی ہے: یَقْرَؤُنَ

اَلْقُرْاٰنَ وَلَا یتجاوز عن حناجرھم یعنی (وہابی لوگ) قرآن مجید پڑھیں گے لیکن قرآن مجید ان کے حلق سے نہ اترے گا۔

خطرۂ قلب کی اطلاع

میاں غلام حسین خادم خاص نے بیان کیا کہ ایک رات عشاء کی نماز کے بعد آپ حسبِ معمول اپنے پلنگ پر تالاب کے پاس روبقبلہ سر جھکائے بیٹھے تھے۔ چند درویش اور خدام مسجد جنوبی چبوترے پر بیٹھے تھے۔ حضرت پر خدا جانے اس وقت کیا کیفیت طاری تھی کہ اس کے اثر سے خدام پر ایسی محویت طاری ہوئی کہ ان کا رونگٹا رونگٹا سرور و کیف سے پر ہو گیا۔

اس کیفیت میں ان کے دلوں میں خیال پیدا ہوا کہ اگر ان پر ہمیشہ ایسی ہی حالت طاری رہے تو کمال خوش نصیبی ہے۔

حضرت نے اسی وقت ان کے خطرہ قلبی سے مطلع ہو کر فرمایا: ایسی کیفیت اور حالت کا بروقت حاصل رہنا کاملوں کا حصہ ہے، خداوند تعالیٰ نے تمہیں جس قدر حصہ چاشنی سے عطا فرماتا ہے اسے غنیمت سمجھو اور خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری سے روحانی رابطہ

حضرت مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب نے بیان کیا کہ انہوں نے آپ کے وصال کے بعد ایک استفتاء کے جواب میں لکھا کہ نماز میں وہابیہ کی اقتداء شرعاً ناجائز ہے اور اعادہ نماز معہ وضو ضروری ہے۔ جب وہ استفتاء

مدرسہ نعمانیہ و مدرسہ غوثیہ کے مدرسینِ اعلیٰ کے پاس تصدیق کے لیے پہنچا تو ان میں سے ایک نے تحریر کیا کہ اگر افضل و مقلّد نہ مل سکے تو اقتداء صحیح ہے۔ کسی اور صاحب نے لکھا ہے کہ غیر مقلد کا عقیدہ دریافت کیا جائے۔ اگر کفر کی طرف مائل ہو تو اقتداء صحیح نہیں، ورنہ اقتداء کر لینے میں کوئی ہرج نہیں۔ اس پر حکیم صاحب کو بہت دکھ ہوا۔ انہوں نے حضرت مولانا کے مزار پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھی اور مراقبہ کر کے سارا معاملہ عرض کیا اور استعانت کی درخواست کی۔

دعا سے فارغ ہو کر آپ کے حجرے میں جا بیٹھے۔ دل پر اس غم واندوہ کا بہت اثر تھا اس لیے لیٹ گئے اور کچھ وقت کے بعد نیند نے انہیں اپنی آغوش میں لے لیا۔ خواب میں حضرت مولانا کی زیارت سے مشرف ہوئے انہوں نے آپ کے سر پر دست شفقت پھیرا اور تسلی اور تشفی دے کر فرمایا:

"بیٹا! تسلی رکھو اس مسئلہ کے متعلق تمہیں عنقریب ایک جامع اور مبسوط رسالہ مل جائے گا اور تم ان مولویوں کو قائل کر سکو گے۔"

حکیم صاحب بیدار ہوئے تو ان کا دل مطمئن اور قلب میں تسکین تھی۔

ایک دو دن کے بعد ہی وہ دفتر سے سیدھے حضرت کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے مسجد میں آئے۔ فارغ ہو کر حجرے میں بیٹھے مطالعہ کر رہے تھے کہ ڈاکیئے نے ان کے نام کا ایک پیکٹ مسجد کے خادم کو دیا، حکیم صاحب نے دیکھا تو بریلی شریف سے آیا تھا۔ اور اس میں مولانا احمد رضا خاں کا

رسالہ النّھیُ الاکید تھا۔

کھول کر دیکھا تو اس میں متعدد دلائل و براہان قاطع سے وہابیہؔ کی اقتداء کے عدمِ جواز پر اعلیٰ حضرت فاضل اجل مولانا احمد رضا خان قادری کا ایک مبسوط مضمون تھا۔ حکیم صاحب حضرت مولانا کے تصرف سے اس غیبی امداد سے بہت خوش ہوئے کیونکہ انہوں نے صرف اس معاملہ کو حضرت کے مزار پر ہی حاضر ہو کر عرض کیا تھا اور کسی اور سے ذکر نہ کیا تھا۔ خط پر از بریلی شریف لکھا تھا۔

اس وقت حکیم صاحب وہ رسالہ اور حضرت مولانا کی کتاب ''نماز حضور دی'' لے کر ان دونوں حضرات کے پاس پہنچے جنہوں نے آپ سے اس مسئلہ کے متعلق اختلاف کیا تھا۔ گو وہ حضرات بھی بڑے ذی علم تھے ہر دو رسائل کی دلائل قاطع سے ایسے مرعوب ہوئے کہ انہوں نے اپنی پہلی تحریر سے رجوع کیا اور اسے قلمزن کر کے صاف لکھ دیا کہ وہابی اور غیر مقلد کی اقتداء حرام ہے اور حکیم صاحب کے تحریر کردہ فتویٰ کی لفظ بلفظ تائید کر دی۔

غوثِ اعظم کی امداد

جناب حاجی مستری الٰہی بخش نے جو اپنی سخاوت اور فیاضی کی وجہ سے لاہور بھر میں مشہور تھے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت کے ایک خادم ملک شادی نیک نہادی کا لڑکا اور چند اور ان کے محلہ دار لڑکے کسی قتل کے جرم میں دشمنی کی وجہ سے گرفتار کروا دیئے گئے۔ فریق مخالف نے اپنے اثر و رسوخ

سے ان پر فردِ جرم بھی لگوادی۔ اس جرم کی سزا پھانسی تھی۔

ملک شادی بیچارہ بہت حیران و پریشان تھا۔ غریب آدمی اور تو کچھ نہ کرسکا، حضرت کی خدمت میں فریادی ہوا اور سارا واقعہ عرض کیا۔ آپ نے جب معلوم کرلیا کہ اس کا لڑکا بے قصور ہے اور فریق مخالف نے حسد و عناد کی وجہ سے اسے ماخوذ کردیا ہے تو آپ حجرے میں تشریف لے گئے اور دروازے کو بند فرمادیا۔

خدام دروازوں کے سوراخوں سے دیکھنے لگے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت نے چار نفل ادا کئے۔ بعد میں بغداد شریف کی طرف رخ کر کے کچھ قدم اس طرف چلے اور سرکار بغداد کو مختلف اسماء مبارکہ سے پکارتے رہے۔ اور پھر کھڑے ہو کر کافی دیر دعا مانگتے رہے۔ بعد میں فرمایا:

"یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئًا للّٰہ اَغِثْنَا فِی سَبِیلِ اللّٰہ"

پھر عرض کیا: "سرکار بغداد چوروں کو قطب بنانے والے آقا! ڈوبے ہوئے بیڑے کو ترانے والے، لاکھوں کے بیڑے پار کئے، اس کے حال پر بھی رحم فرمائیں۔

اس طرح سے اضطرار اور خشوع اور خضوع سے متعدد بار عرض کرتے رہے۔ اس کے بعد خاموش ہو گئے اور بیٹھ کر مراقبہ میں محو ہو گئے۔

اس کے بعد دفعتہً آپ اٹھے دروازے کی طرف آئے اور دروازہ کھول کر فرمانے لگے۔

"شادی! جا میرے پیر عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے تیرے بیٹے کو بری کروادیا ہے۔"

شادی یہ سن کر کھڑا ہو گیا اور دست بستہ عرض کرنے لگا: "حضور! دوسرے لڑکے کو بھی بچائیے۔ وہ بھی بے گناہ ہیں اور دشمنی کی وجہ سے گرفتار ہے۔"

آپ پر اس وقت ایک عجیب وغریب عالم طاری تھا۔ ملک شادی کی عرض سن کر پھر اندر تشریف لے گئے اور دروازہ بند کر کے دربارِ غوثیت میں پھر فریاد کرنے لگ گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھلا اور فرمانے لگے۔

"جا! حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے سب کو بری کروادیا۔"

خدا کی شان! مخالفوں نے جو بڑے ذی اقتدار اور صاحبِ اثر ورسوخ لوگ تھے اپنی طرف سے ان لڑکوں کو سزا دلوانے کی پوری پوری کوشش کی۔ انہوں نے اپنے تمام ذرائع استعمال کئے اور روپیہ بھی بے دریغ خرچ کیا لیکن حضور کی توجہ اور تصرف اور سرکارِ بغداد کی دادرسی سے سب کے سب صاف بری ہو گئے۔ سچ ہے:

اولیاء کاہست طاقت از اِلٰہ
تیر جستہ باز آرند از نگاہ
عارفاں راداد قوت ایزد پروردگار
مے رہانند عاجز راں وقت قتل از رسن ودار

قطبِ لاہور

میاں محمد اکرم صاحب جو آپ کے خدام میں سے نہایت صادق الاعتقاد اور مخلص خادم تھے۔ بصدق زبان بیان کیا کہ میں شروع شروع میں فن پہلوانی کا شائق تھا۔ ان دنوں میرے ایک شاگرد پہلوان کو امرتسر میں ایک گرانڈیل شہ زور سکھ پہلوان سے کشتی لڑنے جانا تھا۔ اس کا مقابل کیونکہ اس کی نسبت بہت طاقتور اور تجربہ کار تھا اس لیے بادی النظر میں میرے شاگرد کی شکست یقینی تھی۔ امرتسر جانے سے پہلے میں اپنے شاگرد کو آپ کی خدمت میں دعا کے لیے لے آیا۔ آپ نے میرے حال پر کمال شفقت فرما کر ذرہ نوازی کی اسے اپنے پاس بلا کر تھپکی دی اور اس کی چھاتی پر انگلی سے کچھ تحریر فرمایا اور ارشاد کیا۔

امرتسر سٹیشن کے پل پر روبقبلہ کھڑے ہو کر یہ کہنا:

"اے امرتسر کے قطب! لاہور کے قطب نے مجھے آپ کے سپرد کیا ہے میری امداد فرمائیں۔"

دوسرے دن کشتی تھی کیونکہ اس میں مسلمان پہلوان کا غیر مسلم سے مقابلہ تھا اس لیے مسلم اور غیر مسلم بے شمار لوگ دنگل دیکھنے کے لیے میدان میں پہنچے۔ جب دونوں پہلوان تیار ہو کر اور خم ٹھونک کر میدان میں نکلے تو میرے نحیف الجثہ اور کمزور سے شاگرد کو دیکھ کر مسلمان سہم گئے۔ انہیں اس

بے جوڑ مقابلے میں میرے شاگرد کی شکست یقینی نظر آنے لگی، اس لیے وہ بد دل ہو گئے۔

لیکن خدا کے فضل و کرم سے میرا شاگرد ایک قطبِ وقت سے تھپکی لگوا کر آیا تھا اور اس علاقے کے قطب بھی اس کی اعانت پر تھے اس لیے جب اس نے اکھاڑے میں اتر کر یا علی کا نعرہ لگایا تو اس کے مقابل پر اس قدر خوف و ہراس چھا گیا کہ اس نے جاتے ہی اسے آسانی کے ساتھ چت گرایا اور اس کی چھاتی پر چڑھ کر نعرہ تکبیر بلند کرنے لگا۔

مسلمان، سکھ اور ہندو دنگل کے اس عجیب و غریب نتیجے پر ششدر و حیران رہ گئے لیکن کشتی ایسی صاف ہوئی تھی کہ کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہ رہی۔ اس لیے منصفانِ کشتی نے میرے شاگرد کی فتح کا اعلان کر دیا۔ مسلمان نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے شاداں و فرحاں میدان سے واپس لوٹے۔

چوڑی ٹانگیں، تھپڑ، وہابی

آپ کے خادم خاص میاں غلام حسین صاحب نے بصدق زبان بیان کیا کہ ایک دفعہ آپ ظہر کی نماز کے بعد اپنے حجرے میں کتب بینی میں مشغول تھے کہ لاہور کا ایک متمول اور ذی اقتدار شخص نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں داخل ہوا اور وضو کر کے غیر مقلِدوں کے طریق کے مطابق چھاتی پر ہاتھ باندھ کر اور ٹانگیں چوڑی کر کے نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔

حضرت اسے دیکھ کر اٹھے حجرے سے نکل کر اس کے پاس پہنچے اور اس کے ہاتھوں کو زیرِ ناف اور پاؤں مناسب فاصلے پر کر دیئے۔ رئیس مذکور نے رعونت کے باعث ہاتھ پاؤں پھر اسی طرح کر دیے۔ حضرت نے دوبارہ درست کئے لیکن رئیس نے پھر اسی طرح کر لیے۔ حضرت نے سہ بار نہایت آہستگی اور ملائمت سے اس کے ہاتھوں اور پاؤں کو درست کیا اور فرمایا:

''بھائی صاحب! مسنون طریقہ یہی ہے۔''

لیکن وہ شخص اپنی دولت اور امارت کے نشہ میں سرشار فرعون بے سامان بنا ہوا تھا۔

نفس مارا کم تراز فرعون نیست
لیک اوراعون مارا عون نیست

اس نے پھر اپنے ہاتھوں کو اسی طرح کر لیا اور پاؤں کو چوڑا کر کے رعونت سے کھڑا ہو گیا۔ حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ شرعی اتمام حجت فرما چکے تھے اور اسے بتا چکے تھے کہ مسنون طریقہ یہی ہے لیکن شریعت کے حکم اور رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مسنون طریق کے برخلاف اس کی رعونت اور تکبر دیکھ کر نہ رہ سکے اور آقائے نامدار کے فرمان:

مَنْ یَّرٰی مِنکُمْ مُنکَراً فَلْیُغَیِّرْہ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ فَذالِکَ اَضعف مِنَ الْاِیْمَانِ

یعنی تم میں سے جو شخص کسی کو شریعت کی خلاف ورزی کرتا دیکھے تو اسے

ہاتھ سے روکے۔ اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ رکھتا ہوتو زبان سے (روکنے کی) کوشش کرے، لیکن اگر (زبان سے روکنے کی) طاقت نہ رکھے تو دل سے (برا سمجھے) لیکن یہ سب سے کمزور قسم کا ایمان ہے، کے مطابق اس شخص کی دولت اور اقتدار سے بے نیاز ہوکر ایک تھپڑ رسید کیا جس سے وہ لڑکھڑا کر دور جا پڑا اور پگڑی گر پڑی۔ وہ شخص حضرت کے جلال سے ایسا مرعوب ہوا کہ اس پر رعشہ طاری ہو گیا اور پگڑی وہیں چھوڑ کر جوتا لے کر باہر نکل گیا۔ وہ اس وقت زبان سے کچھ نہ کہہ سکا۔ باہر جا کر اس نے ایک آدمی کو پگڑی لانے کے لیے مسجد میں بھیجا اور اسے سر پر رکھ کر جوشِ غضب سے بڑبڑاتا چلا گیا۔ مسجد کے خدام اور طلباء حضور کے اس فعل سے سخت خائف ہوئے۔ وہ حضرت کے جلال کو دیکھ کر تھر تھر کانپ رہے تھے مگر کون کچھ کہنے یا دخل انداز ہونے کی جرأت کرسکتا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ ابھی وہ شخص پولیس میں اس واقعہ کی رپورٹ کرے گا۔ اس قسم کے بھیانک تصورات ہر ایک کے دل ودماغِ پر مستولی تھے۔ اور ان کے چہرے زرد ہو گئے تھے لیکن حضرت پر اس وقت انتہائی جلالی کیفیت طاری تھی۔ وہ بلند آواز سے لاحول پڑھ رہے تھے اور اضطراب و بے قراری کی حالت میں اِدھر اُدھر چل رہے تھے کبھی کبھی فرماتے۔

"شریعت کے حکم اور رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت کے خلاف یہ تکبّر اور رعونت استغفر اللہ"

تھوڑی دیر کے بعد غصہ کچھ ہلکا ہوا تو آپ حجرے میں تشریف لے گئے اور مطالعہ میں مشغول ہو گئے۔ خدام بھی ادھر ادھر سے نکل کر کام کاج میں لگ گئے۔ وہ حیران تھے کہ حضرت پر اس بات کا ذرہ برابر اثر نہ تھا۔ دن کا بقیہ حصہ اور رات گزری۔ تمام درویش اور طلباء بڑے بے قرار اور پریشان رہے لیکن حضرت بالکل مطمئن تھے۔

دوسرے دن صبح کی نماز کے بعد وہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ وہی رئیس مسجد میں داخل ہوا۔ اس کا انداز عقیدتمندانہ اور منکسرانہ تھا۔ اس کے پاس کچھ چیزیں تھی آپ اس وقت نوافلِ اشراق سے فارغ ہو کر دیگر وظائف و اوراد کے لیے حجرے کے باہر تھڑے پر بیٹھے تھے۔ انہیں دیکھ کر وہ شخص لپکا اور چیزیں ایک طرف رکھتا ہوا حضرت کے پاؤں پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا۔ ''میرے غرور اور تکبر کو توڑ کر آپ نے مجھے صراطِ مستقیم دکھایا ہے۔ آپ کی اس کرم فرمائی کا شکریہ۔ اب میں اپنے تمام عقائدِ فاسدہ اور خیالاتِ باطلہ سے توبہ کرتا ہوں اور صدق دل سے آپ کے روبرو خداوند تعالیٰ سے اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے خادموں میں داخل کرلیں اور میری مزید اصلاح فرمائیں۔

حضرت نے اس کے خلوص اور پشیمانی کو دیکھ کر شفقت سے اسے اوپر اٹھایا اور تسلی تشفی کے کلمات ارشاد فرما کر اسے شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے اسے مختصر طور پر صحیح عقائد کی تلقین کی اور اسے

روزانہ حاضری کی ہدایت فرمائی تا کہ اسے مکمل طور پر ضروریاتِ دین کا علم حاصل ہو جائے۔

مقدمات اور چھوہارے

ایک دفعہ آپ کے تلمیذِ رشید مولانا مولوی حکیم محمد یعقوب صاحب پر بیک وقت دو دیوانی مقدمے دائر ہو گئے۔ مقدمے حق شُفعہ سے متعلق تھے لیکن دونوں بفضلہٖ تعالیٰ چند دنوں میں ہی عدالت ماتحت سے خارج کر دیئے گئے۔ مدعیوں نے اپیل سیشن جج کی عدالت میں کر دی۔ اور کامیابی کے متعلق پوری پوری کوشش کی۔ تاریخِ حاضری سے ایک دو دن پہلے حکیم صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت نے انہیں دو عدد چھوہارے عطاء فرمائے ہیں۔

اس خواب کی تعبیر حکیم صاحب نے یہی سمجھی کہ اس دفعہ بھی مقدمہ میں انشاء اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی حاصل ہوگی اور عدالت سیشن میں بھی مدعیان ناکام رہیں گے چنانچہ خدا کے فضل سے ایسا ہی ہوا کہ تاریخ مقررہ پر حکیم صاحب کے حاضر ہونے سے پہلے ہی وہ اپیل ان کے وکیل اور اپیل کنندہ کے حاضر ہونے پر ہی خارج کر دی گئی۔ سیشن جج نے اپنا فیصلہ ایسا لکھا کہ مدعیان کو چیف کورٹ میں اپیل کرنے کی جرأت بھی نہ ہوئی اور خدا کے فضل اور حضرت مولانا کی توجہ سے بلا ٹل گئی۔

بٹیرے

جناب حکیم محمد یعقوب صاحب نے اپنے زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ یوں بیان کیا کہ ایک دفعہ میں متواتر چند دنوں تک بوجہ تساہل وتغافل حاضرِ خدمت ہو کر سبق نہ پڑھ سکا۔ پھر جب حاضری کا خیال آیا تو نفس وشیطان نے اس نیک ارادے سے باز رکھنے کے لیے قلب میں یہ وسوسہ پیدا کر دیا کہ حضرت بڑے تیز طبع اور سخت گیر ہیں۔ اتنے دن کی غیر حاضری کے بعد جانے پر سخت ناراض ہوں گے۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے یہ ارادہ کیا کہ چند بٹیر کہیں سے حاصل کر کے بطور ہدیہ لے کر حاضر خدمت ہوں۔ لہٰذا میں اپنے گاؤں کے چڑیماروں سے بٹیر لینے کے لیے گیا لیکن کہیں سے نہ مل سکے۔ اس کے بعد میں نے سائیکل لے کر آس پاس کے گاؤں سے بٹیر حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ہر طرف سے مایوسی ہوئی۔ اتفاقاً کسی ضروری خانگی کام کے لیے مجھے اسی دن لاہور جانا پڑ گیا۔ اور میں واپس جانے کے لیے آمادہ ہو گیا لیکن دفعتہً دل میں آپ کی محبت کی کشش اس قدر شدت سے پیدا ہوئی کہ تمام وساوس شیطانی اور دغدغے کافور ہو گئے اور میں بلا تامل کشاں کشاں مسجد کی طرف روانہ ہو گیا۔

مسجد میں پہنچ کر حضور کا قدم بوس ہوا اور اپنی غیر حاضری اور تغافل شعاری کے لیے عذر خواہی کرنے لگا ہی تھا کہ آپ نے بغیر کچھ پوچھے کتاب لانے کا ارشاد فرمایا اور غیر حاضری کے متعلق کوئی باز پرس نہ فرمائی۔

حضرت کا ارشاد سن کر میری جان میں جان آئی اور میں فوراً اٹھ کر کتاب لے آیا۔ سبق پڑھ چکنے کے بعد میں مسجد میں ایک علیحدہ جگہ بیٹھ کر اسے دہرانے لگ گیا۔ اتنے میں ایک جوان وضع قطع کا پہلوان ایک بڑا سا پنجرہ بٹیروں کا بھرا ہوا لے آیا۔ وہ شخص سیدھا حجرہ میں چلا گیا اور پنجرہ حضور کی خدمت میں ہدیۃً پیش کر دیا۔ حضرت نے فرمایا:

''پہلوان! ان بے زبان بیچاروں کو کیوں قید کر رکھا ہے ہم نے تمہارا ہدیہ قبول کیا۔ اب انہیں جا کر آزاد کر دو تا کہ خداوند تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل کریں۔'' اس شخص نے ہر چند اصرار کیا کہ حضور انہیں ذبح کر کے کھائیں لیکن آپ نے اس بات کو قبول نہ فرمایا۔ مجبوراً بٹیروں کو آزاد کرنے کے وعدہ پر اسے پنجرہ واپس لے جانا پڑا۔

اللہ اکبر! پیر روشن ضمیر نے حکیم صاحب کے ایمان کو اور قوی کرنے کے لیے اپنے تصرف باطنی سے یہ کرشمہ دکھایا کہ جن چند بٹیروں کے لیے تو گاؤں بہ گاؤں سرگرداں رہا وہ ہمارے پاس بلا کاوش آتے ہیں۔ مگر ہمیں ایسی چیزوں کی کوئی احتیاج نہیں، ہماری خواہش اور دلی خوشی تو یہ ہے کہ تم حصول علم میں شوق اور کوشش سے باقاعدہ آیا کرو اور دنیوی مشاغل کو اس میں حائل نہ ہونے دیا کرو۔

تین بیٹے عطا فرما دیے

میاں رحیم بخش صاحب زرگر نے بصدق مقال بیان کیا کہ میں تقریباً

ہر روز حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا لیکن میری زوجہ کو کبھی آپ کی زیارت کا موقع نہ ملا تھا۔ البتہ اس کے دل میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا بے حد شوق رہا کرتا تھا۔

ایک صبح اس نے بیدار ہونے کے بعد میاں صاحب کو بتایا کہ اسے آج رات خواب میں حضرت کی زیارت ہوئی ہے۔ خواب میں اس نے دیکھا کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوئی تو اسے بتایا گیا کہ آپ مسجد کی ایک طرف باغیچہ میں بیٹھے ہیں جب وہ اس طرف گئی اور زیارت کے لیے آگے بڑھی تو حضرت نے اس سے پوچھا: ''تو کون ہے؟''

اس نے عرض کیا: ''حضور! میں آپ کے خادم میاں رحیم بخش کی اہلیہ ہوں۔'' اپنے مخلص خادم میاں رحیم بخش کا نام سن کر آپ نے کمال شفقت کا اظہار فرمایا اور اسے تین عدد لوکاٹ عطا فرما کر کھا لینے کا حکم دیا۔ مطابق فرمان اس نے وہ تینوں دانے وہیں کھڑے کھا لیے، لوکاٹ کھا چکی تو اسے جاگ آ گئی۔ صبح کا وقت ہو چکا تھا اس لیے وہ اٹھی اور نماز کی تیاری میں لگ گئی، لیکن ان لوکاٹوں کی مٹھاس اس کے منہ میں کافی وقت تک رہی۔

میاں رحیم بخش نے اس سے امتحاناً حضرت کا حلیہ دریافت کیا تو اس نے صحیح صحیح بیان کر دیا۔ میاں صاحب کے ہاں اس وقت تک کوئی لڑکا نہ تھا خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے بعد اس کے ہاں یکے بعد دیگرے تین لڑکے پیدا ہوئے جو خدا کے فضل سے آج تک بقیدِ حیات موجود ہیں۔

غیب

جناب حکیم محمد یعقوب صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ انہیں کسی اور بزرگ نے دوازدہ تسبیح چشتیہ صابریہ کا وظیفہ تلقین کیا۔

ایک دن حکیم صاحب وہ وظیفہ مسجد بیگم شاہی کے ایک کونے میں بیٹھے ہوئے پڑھ رہے تھے۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ حضرت نے جو اس وقت محرابِ مسجد میں بیٹھے تھے انہیں آواز دی اور فرمایا:

''حکیم! ادھر میرے پاس بیٹھ کر وظیفہ پڑھو، حکیم صاحب فوراً اٹھ کر حضرت کے پاس کچھ فاصلہ پر بائیں جانب مؤدبانہ بیٹھ گئے۔ حضرت نے اس وقت ایک کیفیت وانداز میں بلند آواز سے تین بار کلمہ شریف کا ذکر فرمایا اور حکیم صاحب کو بھی اسی طرح پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ حکیم صاحب نے اسی طرح تین بار کلمہ شریف پڑھا۔ اسی وقت ان پر کچھ ایسی بیخودی اور محویت کا عالم طاری ہو گیا کہ اسی حالت بیخودی میں انہیں اپنا گاؤں سلامت پورہ اور گھر نظر آیا۔ آپ کو معلوم ہوا کہ اس وقت آپ کے اعزہ آپ کے متعلق یہ کہہ رہے تھے:

''حکیم کو تو اب مسجد کے ٹکڑوں کا ایسا مزہ پڑ گیا ہے کہ گھر آنے کا نام ہی نہیں لیتا۔'' ایک دو دن کے بعد جب حکیم صاحب حضرت سے مرخّص ہو کر گھر گئے تو انہوں نے گھر والوں سے اس بات کا ذکر کیا۔

تمام رشتہ داران کی بات سن کر حیران ہوئے کیونکہ انہوں نے فی الواقع

اس دن اور اسی وقت پر حکیم صاحب کے متعلق بعینہ وہ الفاظ کہے تھے جو انہیں اپنے پیر روشن ضمیر کے تصرف اور فیض سے مسجد میں بیٹھے معلوم ہو گئے تھے۔

حضرت کی اس کرامت سے حکیم صاحب کو یقین ہو گیا کہ انہیں جو فیض بھی ملے گا انہی سے ملے گا اور کسی اور سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔

رزق حرام کی اطلاع

میاں امام الدین صاحب چونے منڈی لاہور نے جو آپ کا بڑا مدّاح، اور عقید تمند تھا۔ یوں بیان کیا کہ ایک دفعہ وہ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ اسے ایک شخص نے باہر سے آواز دی۔ باہر جانے پر معلوم ہوا کہ اسے ایک شخص نے اپنے ہاں شادی پر کھانا پکانے کے لیے بلایا ہے۔ اس شخص کی آمدنی ناجائز ذرائع سے تھی لیکن امام الدین کو اس بات کا علم نہ تھا۔ وقت مقررہ پر پہنچ جانے کا وعدہ کر لیا اور حضور سے مرخص ہو کر معہ ضروری سامان کے وہاں پہنچ گیا۔

دوسرے دن وہاں سے فارغ ہو کر اس نے کچھ کھانا لیا اور آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے مسجد میں آیا۔ آپ نے دیکھا تو فرمایا:

"کھانا باہر ہی رکھ دو اور اندر آ جاؤ۔"

امام الدین نے تعمیل ارشاد کی اور جب حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے بڑی محبت اور شفقت کا اظہار فرمایا اور ارشاد کیا۔

''امام الدین! تم تو محنت کرتے ہو اور کسبِ حلال سے مزدوری حاصل کرتے ہو لیکن بعض اوقات تمہاری اس محنت کی مثال ایسی ہو جاتی ہے کہ جیسے ایک شخص حلال جانور دے کر حرام جانور حاصل کر لے یعنی بکری دے کر خنزیر لے لے۔ تم جس کے ہاں سے کام کر کے کھانا لے کر آرہے ہو، اس کی معاش کا ذریعہ حلال معلوم نہیں ہوتا۔

امام الدین کو اس کے متعلق تو علم نہ تھا لیکن بعد میں تحقیق سے اسے معلوم ہو گیا کہ حضرت کا فرمان بالکل درست تھا اور وہ شخص جوئے بازی اور شراب کے کاروبار سے معاش حاصل کرتا تھا اور لوگوں کو سود پر قرض بھی دیتا تھا۔

امام الدین اس شخص کے حالات معلوم کر کے آپ کے کمال کشف پر حیران ہوا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر نہایت مغموم لہجے میں کہنے لگا۔

حضور! میرا کیا حال ہوگا؟ میرا ذریعہ معاش ہی یہی ہے جو شخص اپنی کسی تقریب پر مجھے بلائے، مجھے جانا پڑتا ہے، بغیر تحقیق کے کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کا ذریعہ معاش کیا ہے؟ حضرت نے اپنے مخلص خادم کی یہ بیقراری دیکھی تو ہمدردی کے لہجے میں فرمایا:

''فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں ایسے رزق سے محفوظ رکھے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ تمہیں ایسا کوئی شخص بلانے ہی نہ آئے گا۔ بلکہ بفضلہٖ ایسے اشخاص کام پر بلائیں گے جن کا رزق کسبِ حلال سے ہوگا، تم اپنا دل مضبوط

رکھو۔

خدا کی شان! امام الدین کا بیان ہے کہ اس دن کے بعد اس کے کام میں خوب برکت پیدا ہوگئی اور کبھی کسی ایسے شخص نے اسے کام کے لیے نہ بلایا جس کا ذریعہ معاش مشکوک یا ناجائز ہو۔

ذکر بالجہر

جناب حکیم محمد یعقوب صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت نے انہیں ذکر کرنے کے دو طریق تلقین فرمائے۔ ایک پاس انفاس اور دوسرا جہراً، موخّر الذّکر طریق میں ذاکر کو ایک خاص طرز پر چارزانوں بیٹھ کر کافی دیر تک ذکر جہر کرنا ضروری تھا لیکن حکیم صاحب بوجہ مصروفیت ملازمت اور شغلِ طبابت اس طریق سے ذکر نہ کر سکے۔ چند دنوں کے بعد جب حاضر خدمت ہوئے اور سلام عرض کیا تو آپ نے جواب ارشاد کرنے کے بعد فرمایا۔

''حکیم! اگر دوسرے طریق سے ذکر نہیں کر سکتے تو پہلا طریق ہی کافی ہے، اسی پر مواظبت رکھو تمہیں کفایت کرے گا۔''

پھر فرمایا! پاس انفاس میں ذاکر اپنے نفس (سانس) سے واقف ہو کر اسے ذکر الٰہی میں خرچ کرتا ہے جب اس میں کافی مہارت ہو جائے تو پھر اپنے قلب کی حرکات سے واقف ہو کر انہیں ذکر الٰہی کے ایسا تابع کرتا ہے کہ اس کی کوئی حرکت بغیر ذکر الٰہی واقع نہیں ہوتی اور کوئی سانس یاد الٰہی کے بغیر نہیں گزرتا اسے وقوف قلبی کہتے ہیں۔

حکیم صاحب نے عرض کی۔

''عالیجاہ! آپ کی عنایت سے اب تو بدن میں ایک زلزلہ سا شروع ہو گیا ہے اور سر سے پاؤں تک تمام جسم میں ایک چکر سا لگ گیا ہے۔''

آپ نے ارشاد فرمایا:

مبارک ہو۔ اب تو درویشوں میں شامل ہو گیا ہے۔''

آپ کے اس فرمان سے حکیم صاحب کو کمال فرحت حاصل ہوئی اور انہوں نے خداوند تعالیٰ منعم حقیقی کا ہزار ہزار شکر ادا کیا۔

سیاہ چوغہ

اکثر خدامانِ حضرت نے بیان کیا کہ آپ نے ایک دفعہ سیاہ چوغہ زیب تن کر کے جماعت کرائی۔ اثنائے نماز میں آپ سے سہو ہو گیا۔ جماعت سے فارغ ہو کر آپ نے چوغہ اتار دیا اور سنن و نوافل پڑھ کر دعا مانگی۔ جب نماز سے فارغ ہو کر آپ حجرے میں تشریف لے گئے تو حکیم صاحب سے فرمانے لگے۔

''حکیم! تجھے معلوم ہے کہ مجھے نماز میں سہو کس وجہ سے ہوا؟''

حکیم صاحب نے مودبانہ عرض کیا۔

''غریب نواز! خادم کو کیا معلوم، حضور ہی جانتے ہیں۔''

ارشاد فرمایا: ''اس چوغہ میں کوئی خلل اور نقص ہے یہ میرے شاگرد مولوی غلام احمد صاحب اول مدرس مدرسہ نعمانیہ نے مجھے ہدیۃً بھیجا ہے۔

انہیں یہ چوغہ انجمن کی طرف سے ملا تھا۔"

اس کے بعد آپ نے وہ چوغہ کبھی استعمال نہ فرمایا۔ مولوی صاحب کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے اس کے متعلق تحقیق کی اور معلوم ہوا کہ فی الواقع اس چوغہ میں ایک شرعی عیب و نقص تھا۔

ناپاک عورت

جناب مستری شہاب الدین نے جو حضرت کے ایک مخلص اور سرفروش خادم تھے۔ بصدق زبان بیان فرمایا کہ انہوں نے حضرت کی خدمت میں اپنے ہاں کھانا کھانے کی درخواست کی۔ آپ بہت کم کسی کی دعوت قبول فرمایا کرتے تھے لیکن آپ نے اپنے مخلص عقیدتمند کی دل شکنی گوارا نہ کی اور قبول فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ "تم کھانا گھر سے پکوا کر یہیں لے آنا۔ آنے جانے میں وقت صرف ہوگا اور مشاغلِ معمولہ میں فرق آ جائے گا۔"

مستری صاحب حضرت کا ارشاد گرامی سن کر گھر گئے۔ اتفاق سے اسی وقت کسی کے ہاں سے ان کے گھر نہایت پر تکلف کھانوں کا ایک خوان آیا۔ انہوں نے وہی خوان بخیر لا کر حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔

حضرت کی عادت تھی کہ کھانا کھانے سے پہلے ہمیشہ اس پر فاتحہ پڑھ لیتے۔ چنانچہ حسب عادت جب اس وقت فاتحہ کے لیے آپ نے ہاتھ اٹھائے تو تھوڑا سا پڑھ کر ہاتھ گرا دیئے۔ اور فرمایا۔

"مستری صاحب! یہ کھانا آپ کے گھر کا نہیں ہے بلکہ کسی کے ہاں

سے آیا ہوا ہے اور ناپاک عورت کا تیار کردہ ہے۔

یہ فرما کر آپ نے وہ کھانا اٹھوا دیا اور مستری صاحب سے فرمایا اسے گھر لے جاؤ اور وہاں سے جو کچھ گھر میں پکایا گیا ہے بلا تامل وہی لے آؤ۔ ان پر تکلف کھانوں سے میرے نزدیک وہ ہزار درجہ بہتر ہے۔

مستری صاحب نے وہ کھانا مسجد کے درویشوں کو دے دیا اور جلد جلد گھر پہنچ کر جو کچھ پکا تھا لے کر واپس مسجد میں پہنچے۔ حضرت مولانا نے خندہ پیشانی اور رغبت سے اسے کھا کر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

مستری صاحب جب دوبارہ گھر پہنچے تو آپ نے پہلے کھانے کے متعلق تمام واقعہ اپنی بیوی سے کہہ سنایا۔ اس نے جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا نے جو فرمایا تھا درست تھا۔

گیارھویں شریف اور چار بیٹے

جناب حاجی مستری الٰہی بخش صاحب اپنے گھر میں ہر چاند کی گیارھویں رات کو بڑے شوق اور خلوص سے ختمِ غوثیہ پڑھواتے اور مہمانوں کی پر تکلف کھانوں سے تواضع کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ہر نیک اور رفاہی کام میں بھی پیش پیش رہتے تھے۔ ان کے بعد ان کے فرزندِ ارجمند اور خلف الرّشید مستری معراج الدین صاحب بھی ان کے نقش قدم پر چل کر ان تمام تقریبات کو اسی شان و شوکت سے مناتے ہیں جو ان کے مرحوم والد منایا کرتے تھے۔

مستری صاحب مرحوم کو حضرت مولانا سے بے حد عقیدت تھی انہوں نے ایک دفعہ فرمایا۔

حضرت کے پہلے عرس کے موقع پر میں نے مسجد اور حضرت کے مزار کو بڑے تکلف اور نہایت خوبصورتی سے آراستہ کیا۔ علاوہ ازیں اس موقع پر خوب دریادلی سے خرچ کیا اور عرس مبارک کو شایان شان طریق سے منانے کے لیے خوب بھاگ دوڑ اور کوشش کی۔

عرس ختم ہوا تو رات کو خواب میں حضرت مولانا کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے مستری صاحب کو بڑی شفقت اور محبت سے اپنے پاس بلا کر گود میں بٹھا کر منہ چوم لیا اور اظہار خوشنودی کے طور پر چار روپے مرحمت فرمائے۔

مستری صاحب کے ہاں اس سے پہلے نرینہ اولاد نہ تھی۔ اور حالانکہ انہوں نے تولّدِ فرزند کی خوشی حاصل کرنے کے لیے دوسری شادی بھی کی لیکن لڑکیاں ہی پیدا ہوئیں۔ خواب میں حضرت سے چار روپے ملنے کے بعد انہیں خداوند منعم حقیقی نے یکے بعد دیگر چار فرزند عطا فرمائے۔

آذان شریف کی برکت

جناب احمد الدین صاحب برف خانے والے نے جو حضرت مولانا کے مرید و عقیدتمند ہیں۔ بصدق مقال بیان کیا کہ ایک شخص میاں عزیز الدین ساکن اندرون موچی دروازہ ہر جمعہ کو پابندی کے ساتھ اور باقی

دنوں میں کبھی کبھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دن بڑی پریشانی اور بے قراری کے عالم میں حضور کے پاس پہنچے۔ آپ نے کمال مروت سے ان کا حال دریافت کیا تو عرض کرنے لگے۔

"یا حضرت میری بھینیس تین دن سے گم ہے۔ ہر چند تلاش میں تگ و دو کی گئی ہے لیکن اس کا اتہ پتہ کہیں سے نہیں ملا۔ آپ کو اس کے حال زار پر رحم آیا اور زبان فیضِ ترجمان سے انہیں چند کلمات تلقین فرمائے اور ارشاد فرمایا:

"مسجد کی چھت پر جاؤ اور ان کلمات کو قبلہ رو بلند آواز سے تین دفعہ پڑھ کر نیچے آ جاؤ اور پھر گھر جا کر بھینیس باندھنے کی جگہ پر سات بار اذان کہو۔"

میاں صاحب نے آپ کے فرمان کی تعمیل کی اور گھر جا کر اذان کہنے لگے۔ ابھی چوتھی بار اذان کہہ رہے تھے کہ ایک محلہ دار ان کی بھینیس کو ہانکتا ہوا لے آیا اور کہنے لگا۔

"میاں صاحب اپنی بھینیس سنبھال لو۔ بازار میں گھبرائی ہوئی ادھر ادھر دوڑ رہی تھی اور لوگوں کو پریشان کر رہی تھی۔ اتفاق سے میرا گزر ہوا تو میں نے اسے پہچان لیا اور ادھر لے آیا، براہِ کرم اسے مضبوطی سے باندھیں۔"

میاں صاحب آذان ختم کر کے فوراً باہر گئے اور بھینیس لے کر خدا کا

شکر ادا کرتے ہوئے اندر آئے۔ دوسرے دن انہوں نے کچھ مٹھائی اور نقدی لی اور آپ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے فرمایا: "خدا کا شکر ادا کر جس نے میری عزت رکھ لی اور تمہاری بھینس مل گئی۔ یہ اشیاء لے جاؤ اور بچوں میں تقسیم کردو اور نقدی اپنی خانگی ضروریات پر صرف کرو۔"

موت کا خوف

میاں محمد اکرم صاحب جو پہلوانی کرتے تھے اور دس سال کے قریب حضور کی خدمت گزاری اور کفش برداری بھی کرتے رہے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور سے شرفِ بیعت حاصل کرنے کے بعد گوالیار کے راجہ کی طلبی پر وہاں چلا گیا۔

وہاں ایک رات میں نے خواب میں اپنے آپ کو مردہ دیکھا اور یہ دیکھا کہ لوگ مجھے غسل اور کفن دے کر قبرستان لے گئے ہیں۔ وہاں قبر تیار ہے اور مجھے دفن کی تیاری کر رہے ہیں، اسی اثناء میں میری نیند کھل گئی۔

اس وحشت اثر خواب سے میں اس قدر پریشان ہوا کہ دوسرے دن ہی عازم لاہور ہو گیا۔ خواب کا میرے دل میں بڑا گہرا اثر تھا اور یہ وہم میرے دل میں درجۂ یقین کو پہنچ گیا کہ میری موت جلد آنے والی ہے۔ لاہور پہنچ کر میں سیدھا یہاں کے ایک معروف و مشہور مجذوب کے پاس پہنچا تاکہ ان سے اس خواب کے اثرِ بد کے دفعیّہ کے لیے دعا کراؤں لیکن ان کے منہ سے بھی اس وقت کچھ ایسے ہی کلمات نکلے جنہوں نے مجھے اور بھی پریشان

کر دیا۔ اور موت کا تصور میرے دل ودماغ میں زیادہ پختہ ہو گیا۔

موت کے بھیانک تصور نے مجھ پر اس قدر غلبہ پایا کہ کھانا پینا بہت کم ہو گیا۔ جس سے میری صحت بہت خراب ہو گئی۔ اس حال میں مجھے حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہونے کا خیال آیا، چنانچہ میں جوں توں کر کے مسجد میں پہنچا۔ آپ اس وقت تالات پر بیٹھے وضو فرما رہے تھے۔ میں نے سلام کیا تو آپ مجھے دیکھ کر حیران سے ہو گئے اور فرمانے لگے۔

"میاں اکرم! تمہیں کیا ہو گیا" اور میرے کچھ عرض کئے بغیر فرمانے لگے۔

جھلیا (بے وقوفا) قرآن پاک میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

يَمْحُو اللّٰهُ مَا يشاء وَيُثْبِتُ عِنْدهُ أُمُّ الْكِتَابُ

یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس ام کتاب ہے اور وہ اس میں سے جس بات کو چاہے مٹا سکتا ہے اور جسے چاہے باقی رکھ سکتا ہے۔

کیا وہ احکم الحاکمین اور قادر مطلق موت کو دور نہیں کر سکتا؟ جا تسلی رکھ، خداوند تعالیٰ کے فضل سے تمہیں کوئی گزند نہ پہنچے گا۔ خوب کھاؤ اور اپنی صحت درست کرو۔"

آپ نے چند الفاظ ایسے تاثیر خیز لہجے میں فرمائے کہ میرے دل سے تمام توہمات اور خدشات یکسر کافور ہو گئے اور سکون واطمینان پیدا ہو گیا۔ جس سے میں شاداں وفرحاں واپس گیا۔

اس دن سے میں نے پہلوانی کا فن ترک کر دیا اور حضرت کی خدمت کو اپنا شعار بنالیا۔

اور مسلمان کر دیا

لاہور کے ایک مشہور و معروف پہلوان فیروز نامی جو کئی راجوں مہاراجوں کے پاس رہ چکے تھے اور بالآخر وہ راجہ رامپور کے پاس مقیم تھے انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن حضرت مولانا نماز صبح کے بعد خلاف معمول کسی ضروری کام کے لیے مسجد سے باہر نکل گئے فیروز پہلوان اور چند خدام ہمراہ تھے۔

مولانا مستی دروازے سے نکل کر سرکلر روڈ پر راوی روڈ کی طرف چلنے لگے۔ اتفاقاً سامنے سے ایک نیک نصیب ہندو بڑھیا عورت رام رام پکارتی حضور کے پاس سے گزری۔ رام رام کے الفاظ سن کر آپ پر بے خودی کا عالم طاری ہو گیا اور اسے مخاطب کر کے فرمایا:

"جھلیئے (بے عقل) رام رام کیوں کہتی ہے رحیم رحیم پکار۔"

اس فرمان واجب الاذعان کا بڑھیا کے دل پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ بے ساختہ اس کی زبان سے رحیم رحیم جاری ہو گیا۔ آپ تو اپنے اثر انگریز الفاظ سے اس کے دل میں انقلاب پیدا کر کے آگے چلے گئے بڑھیا اسی طرح والہانہ انداز سے رحیم رحیم پکارتی گھر پہنچی۔ اس کے خاوند نے وہ الفاظ سنے تو وہ بھی رحیم رحیم کہنے لگ گیا۔

دوسرے دن دونوں میاں بیوی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر شرف اسلام سے مشرّف ہوئے اور دین و دنیا میں سرخرو ہو گئے۔

بارش

جناب مستری احمد الدین صاحب برف خانے والے بصدق زباں یوں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ عدمِ بارش کی وجہ سے لوگوں پر سخت مصیبت اور تکلیف وارد ہوئی۔ حضرت مولانا ان دنوں اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں سیال شریف ضلع سرگودھا گئے ہوئے تھے۔

بارش کے حصول کے لیے شہر کے مسلمان متواتر کئی دن اقبال پارک متصل شاہی قلعہ نماز استسقاء کے لیے جاتے تھے مگر بارش نہ برسی۔ آخر چند دنوں کے بعد جب مولانا واپس ہوئے تو مولوی احمد الدین وکیل چند آدمیوں کے ہمراہ مسجد میں حضرت کے پاس پہنچے۔ آپ اس وقت ایک درخت کے نیچے بیٹھے کتب کا مطالعہ کررہے تھے اور جس جگہ آپ کا مزار ہے اس جگہ تشریف فرما تھے۔

حضرت کے پاس پہنچ کر انہوں نے سلام عرض کیا آپ نے جواب ارشاد فرمانے کے بعد آنے کی وجہ دریافت کی تو میاں احمد الدین صاحب نے تمام ماجرا عرض کیا۔ حضرت مولانا نے فرمایا۔

"میاں صاحب! ہم لوگ صحیح طور پر دعا مانگتے ہی نہیں۔ ورنہ اگر پوری عاجزی اور خلوص نیت ویقین سے دعا مانگی جائے اور طریقِ مسنون کو ملحوظ

رکھ کر خداوند تعالیٰ مجیب الدّعوات کی خدمت میں دستِ سوال دراز کیا جائے تو بفضلہٖ ضرور قبول ہوگی۔ خداوند تعالیٰ یقیناً رحمٰن ورحیم ہے۔

آپ کا ارشاد گرامی سن کر سب حاضرین نے آپ سے دعا مانگنے کی درخواست کی۔ حضرت نے اسی وقت سب کو وضو کرنے کی ہدایت فرمائی اور سب کو ہمراہ لے کر دھوپ میں تشریف لے گئے۔ وہاں کھڑے ہو کر آپ نے بڑے خشوع وخضوع کے ساتھ آبدیدہ ہو کر استغفار پڑھنا شروع کر دیا۔ تمام لوگ بھی استغفار پڑھنے لگے۔ آپ کے تصرف اور باطنی توجہ سے تمام حاضرین کے قلوب کی یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ ہر شخص کی آنکھیں پرنم تھیں۔ آخر حضرت نے ایک خاص انداز میں دعا مانگنی شروع کی۔ اس وقت آپ نے ایسے رقت انگیز الفاظ اور جملے ارشاد فرمائے کہ تمام حاضرین بے اختیار ہو کر رونے لگے گئے اور عجب پر کیف سماں پیدا ہو گیا۔

آپ نے کافی لمبی دعا مانگی۔ میاں احمد الدین صاحب کا بیان ہے کہ وہ وقت کچھ ایسی مستی اور بیخودی کا تھا کہ جی چاہتا تھا کہ آپ دعا ختم ہی نہ کریں اور ہم سب احکم الحاکمین کے دربار میں یونہی ہاتھ پھیلائے کھڑے رہیں۔

آخر آپ دعا سے فارغ ہوئے ہر شخص کے دل میں ایک اطمینان اور تسکین سی پیدا ہوگئی اور یوں محسوس ہونے لگا کہ یہ دعا درِ اجابت تک ضرور پہنچ گئی ہے اور ابھی بارانِ رحمت برستی ہے۔

خدا کی شان! ابھی سب لوگ آپ کی خدمت میں ہی تھے اور آپ کے

ارشادِ گرامی سے مستفید ہو رہے تھے کہ آسمان پر بادل آنے شروع ہو گئے اور بہت جلد شرقاً غرباً پھیل گئے۔

آپ نے ایک محبوبانہ انداز کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا۔

"اچھا بھائیو! آپ اپنے اپنے گھروں میں پہنچیں۔ خداوند تعالیٰ نے ہماری درخواست قبول فرمائی ہے اور بارش برسنے کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔

تمام لوگ آپ کے فرمان پر مسجد سے باہر نکلے۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے اور مشکل سے اپنے گھروں میں پہنچے ہوں گے کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور مخلوقِ خدا نہال ہو گئی۔

دردِ گردہ

حضرت کے غلام نیک انجام میاں محمد بخش المعروف چوبا پہلوان سکنہ گلی کندی گراں کے فرزند ارجمند مستری خدا بخش صاحب نے بصدق زبان یوں بیان کیا کہ ان کے والد مرحوم کو کبھی کبھی درد گردہ بڑی شدت سے ہوا کرتی تھی اور جب بھی اس مرض کا دورہ ہوتا، بے چارے سخت بے حال اور لاچار ہو جایا کرتے تھے اور افاقہ ہو جانے کے بعد کئی دنوں تک صاحب فراش اور نڈھال رہا کرتے تھے۔

ایک دفعہ ان کو اس مرض کا دورہ شروع ہوا تو وہ جوں توں کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا حال پر ملال عرض کیا۔ آپ اس وقت

چائے نوش فرما رہے تھے آپ کو ان کے حال زار پر رحم آگیا اور اپنی پیالی کی باقی ماندہ چائے انہیں عطا فرمادی اور ارشاد کیا۔ پہلوان جی!

چائے کا حلق سے اترنا تھا کہ درد کافور ہوگئی اور پھر اس کے بعد اس نامراد تکلیف کا کبھی دورہ نہ ہوا۔

زا مرضیکہ باشند حکماء عاجز و حیراں

بہ یک لحظہ شفا گردوز نظر عارفِ دوراں

تالاب کے پانی کی برکت

حضرت کے عاشق صادق بابو محمد اسحاق کا بیان ہے کہ بچپن میں انہیں ایک قسم کا دورہ ہوا کرتا تھا جس سے ان کے ہاتھ پاؤں میں تشنج اور کھچاؤ پیدا ہو جاتا تھا اور منہ سے جھاگ بہنے لگتی تھی۔ ان کے والد میاں علی محمد صاحب نے ہر چند علاج معالجہ کیا لیکن کچھ افاقہ کی صورت پیدا نہ ہوئی۔ بالآخر ایک دن اپنے بچے کو لے کر حضرت مولانا کے دربار میں حاضر ہو گئے اور اپنی حالت زار سے اشکبار ہوئے۔ آپ نے کمال ملاطفت سے فرمایا۔

"جاؤ! بچے کو تین دفعہ تالاب میں ڈبودو۔"

بفرمانِ حضرت ان کے والد صاحب نے انہیں تین دفعہ تالاب میں گردن تک ڈبویا۔ خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم اور حضرت کی توجہ باطنی اور نظر کیمیا کے اثر سے اسی دن سے ان کے دورے ختم ہو گئے اور پھر اس کے بعد انہیں وہ شکایت نہ ہوئی۔

ریاء کا کی پہچان

جناب حکیم محمد یعقوب صاحب نے بزبان صادق الایقان بیان فرمایا کہ ایک دفعہ وہ حضرت کے مجلس اقدس میں حاضر تھے۔ آٹھ دس اشخاص اور بھی موجود تھے کہ ایک درویش صورت شخص مسمّیٰ فقیر محمد مسجد میں داخل ہوئے اور شریک مجلس ہوگئے۔ وہ لاہور کے رہنے والے تھے اور شہر میں متقی اور پرہیزگار مشہور تھے۔ لوگ ان کی طرف دیکھ کر آپس میں آہستہ آہستہ کچھ باتیں کرنے لگ گئے اور ان کے زہد و اتقاء کا تذکرہ کرنے لگے۔

وہ بزرگ کچھ وقت شریک مجلس رہ کر چلے گئے تو لوگوں نے حضرت کے سامنے ان کی دینداری اور توکلؔ کی تعریف کی حضرت سن کر متبسّم ہوئے اور فرمایا۔

''تمہارے خیال میں ایسا ہی ہوگا لیکن مجھے تو یہ شخص ریاء کار معلوم ہوتا ہے اور پکا دنیادار نظر آیا ہے۔ اس سے دنیا کی بو آتی تھی۔''

تمام حاضرین حضور کے اس فرمان سے حیران ہوئے اور چند ایک نے ان کی ریاضت و عبادت کا کچھ حال بیان کیا۔ آپ نے تمام باتوں کو سننے کے بعد فرمایا۔

''اچھا!! ابھی چند دنوں کے بعد اس کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔''

خدا کی شان، چند دنوں کے بعد وہ درویش راہی ملک عدم ہو گئے اور ان کی جائے قیام سے چھ سو پچھتر روپے نکلے جن میں اکثر اس قدر عرصہ کے

تھے کہ گھس گھس کر اور زنگ آلود ہو کر بیکار ہو چکے تھے۔

دل کا حال جان لیا

مستری سراج الدین صاحب ٹھیکیدار راست گفتار نے جو بچپن سے حضرت کے خدمتگار تھے بیان کیا کہ ان کے خسر مستری شہاب الدین صاحب نے اپنی ملازم سے مستعفی ہو کر لکڑیوں کا کاروبار شروع کر دیا۔ اتفاقاً ایک عید کے دن وہ صِفر الیدین تھے اور تہوار کے ضروری اخراجات کے لیے ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ بال بچوں کی ضروریات اور اعزّہ و اقارب کے لین دین کے لیے انہیں کافی رقم کی ضرورت تھی۔ اس خبر نے انہیں سخت پریشان اور مغموم کر دیا۔ کسی سے اس امر کا تذکرہ کرتے اور قرض مانگتے شرم آتی تھی۔ آخر اپنی اس پریشانی کے دفعیّہ اور اس کے حل کے لیے اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام عرض کر کے ایک طرف خاموش ہو کر بیٹھ گئے گو آپ نے اپنے دل کی کیفیت چھپانے کی پوری کوشش کی لیکن آپ کی چشمِ بصیرت سے نہ چھپا سکے۔ آپ نے اس کے دل کی پریشانی کو بھانپ لیا اور دورانِ گفتگو اپنے خادمِ خاص میاں غلام حسین کو آواز دے کر طلب فرمایا۔ وہ حاضر ہوئے تو فرمایا۔

"جا! وہ سب روپے لے آ جو تمہارے پاس موجود ہیں۔"

میاں غلام حسین نے روپے جو پچاس تھے لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ حضرت نے وہ رقم مستری صاحب کو عطا کر دی اور مسکراتے

ہوئے ارشاد فرمایا۔

"مستری صاحب! یہ روپے آپ کے میرے پاس امانت تھے عید آنے والی ہے اس تقریب کے ضروری اخراجات کے لیے آپ کو ان کی ضرورت ہوگی۔اس لیے لے جائیں۔

مستری صاحب کو معلوم تھا کہ ان کی کوئی رقم حضرت کے پاس بطور امانت نہیں۔ اس لیے وہ حضرت کے فرمان پر پہلے تو متعجب ہوئے لیکن جلدی سمجھ گئے کہ آپ نے ان کی اس وقت کی ضرورت سے مطلع ہوکر یہ رقم عطا فرمائی ہے اور دوسرے احباب حضرت کے اس کمالِ باطنی اور شفقت پر بہ ہزار جان فدا ہوئے۔مستری صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور وہ خوش خوش روپے لے کر اور مرخّص ہوکر گھر پہنچے۔

سبحان اللہ! پیر ہوں تو اس مرتبہ کے اور رہنما ہوں تو اس شان کے اپنے غلاموں اور عقید تمندوں کی دینی و دنیوی تکالیف میں دستگیری کریں۔

بہ پیشِ عارفاں روشن بود احوال خُدّاماں

بہ ہمت باطنی باشند ہر جا یاورِ ایشاں

بارش رک گئی

میاں حاجی محمد رمضان بھیروی آپ کے ایک غلام صادق الایقان نے صدق زبان یہ بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مولانا بھیرہ میں بعد از نماز عشاء حضرت پیر سبحان شاہ علیہ الرحمۃ کے مزار مقدس پر وعظ فرمانے کے لیے

تشریف لے گئے۔ حاجی صاحب مزکورہ اور بھیرہ کے معتقد و عقیدت مند ساتھ تھے۔ دوران وعظ فضائے آسمانی میں ایک ابر عظیم نمودار ہوا اور آناً فاناً تمام آسمان پر محیط ہو گیا۔ اور بوندا باندی بھی شروع ہو گئی۔ لوگ جو آپ کے مواعظ حسنہ سننے میں محو تھے۔ پریشانِ خاطر ہوتے لگے اور بعض گھبرا کر یکے بعد دیگرے مجلس وعظ اٹھنے بھی لگ گئے۔

شجادہ نشیں حضرت چن پیر صاحب نے وعظ بند کر کے ایک مسقّف جگہ میں تشریف لانے کے لیے کہا۔ لیکن حضرت کو اس وقت جوش آ گیا۔ اور فرمایا۔

پیر صاحب میں تو اللہ تعالیٰ اور صاحبِ مزار کی خوشنودی کے لیے ان کے حضور کھڑا ہو کر یہ کلمات عرض کر رہا ہوں۔ دور جانے کو دل نہیں چاہتا۔ اگر انھیں منظور ہے تو بارش بند ہو جائے گی۔ ورنہ خیر میں کسی اور جگہ نہیں جاؤنگا۔

آپ کا یہ ارشاد سن کر پیر صاحب اور حاضرین کی دل جمعی ہو گئی اور وہ پورے ذوق وشوق کے ساتھ بیٹھ گئے۔ خدا کی شان اسی آن بارش بھی تھم گئی۔ اور تا اختتام وعظ ایک قطرہ بھی آسمان سے نہ گرا۔ وعظ کے بعد تمام لوگ آرام سے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

حضرت بھی سجادہ نشیں صاحب سے مرخص ہو کر اپنے ہمراہیوں سمیت واپس تشریف لائے۔ جب آپ اپنے دولت خانہ کی ڈیوڑھی میں داخل

ہوئے فوراً احباب کو رخصت فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ دوستو جلدی گھروں کو پہنچو۔ بارش ہونے والی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ تھوڑے ہی عرصے بعد دوبارہ موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ اور خوب جل تھل ہوگیا۔

موت اور زندگی کی خبر

میاں دین صاحب چیف محکمہ ریلوے نے جناب حکیم محمد یعقوب صاحب سے بیان کیا کہ ان کے والد صاحب حضرت قبلہ مولانا کے بڑے راسخ اور مخلص محبّ تھے۔ وہ جن دنوں میاں صاحب کی شادی کا انتظام کر رہے تھے ایک دن مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے انہیں دیکھ کر فرمایا۔ ان کی اس حالت میں بارات کیسے روانہ ہوسکتی ہے۔؟

اگر ہمارے پیچھے ان کا ارتحال ہوگیا تو میں پر ملال کیا کروں گا اور لوگ کیا کہیں گے۔ اور اگر بارات ملتوی کردی جائے تو میرے سسرال والے جو مہمانوں کے خورد و نوش کے انتظامات مکمل کر چکے ہو نگے نقصان عظیم برداشت کریں گے۔ یہ کہہ کر وہ بے اختیار یہ شعر پڑھنے لگا۔

اغث یا عبد قادر شاہ عالی بحق خواجگان چشتِ عالی

حضرت پر اس کی حالت زار کو دیکھ کر اس وقت ایک عجیب قسم کی کیفیت طاری ہوگئی کچھ دیر بعد میاں صاحب کے چچا کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

آپ تسلی اور دلجمعی سے برات لے آئیں۔ خداوند تعالی کے فضل و کرم سے امیدوار ہوں کہ ان کا انتقال ان دنوں نہیں ہوگا۔ آپ کی واپسی پر جو کچھ

مقدر رہے ہوگا۔

حضرت کا یہ فرمان سن کر ان کو تسلی ہوگئی اور وہ پورے اطمینان اور تسلی کے ساتھ بارات کی روانگی کے انتظام میں لگ گئے۔

خداوند تعالیٰ کی شانکہ حضور کے فرمان کے مطابق برات کی واپسی تک مستری صاحب زندہ رہے۔ بلکہ علاج معالجے سے ان کی حالت بہتر ہو گئی۔اور کسی قسم کا ملال یا وبال اس آشفتہ حال پر نہ آیا۔

برات کی واپسی کے کافی دن بعد مستری صاحب اِس دار فانی سے اُس دار بقاء کو راہی ہوئے۔

حاصلِ زندگی

مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ حضرت کے سلسلۂ طریقت میں داخل ہونے کے ایام میں وہ دفتر میں ملازم تھے۔اور اپنے گاؤں میں طبابت کا کام بھی کرتے تھے۔ان دنوں لوگوں کا رجوع ان کی طرف بہت زیادہ تھا۔اور ہر روز بیسیوں مریض ان کے گاؤں اور اطراف وجانب سے ان سے استفادہ کرتے۔اور یہ سلسلہ سارادن جاری رہتا یہاں تک کہ ملازمت کی پابندی اور مریضوں کی دیکھ بھال کی مصروفیت کی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضری ان کے لیے دشوار ہونے لگی۔انہیں اپنے زیر علاج مریضوں کا فکر لگا رہتا تھا۔اور وہ دفتر سے فارغ ہوکر سیدھے گاؤں پہنچتے۔اور کئی کئی دن حضرت کے دربار میں باریابی کا موقعہ نہ پاسکتے۔

حکیم صاحب اس مجبوری اور معذوری کیوجہ سے ہر وقت مغموم اور پریشان رہتے اور کہتے۔

تشنہ از دریا جدائی مے کنی　　　بر سر گنجے گدائی مے کنی

بالآخر ایک دن جب دفتر سے چھٹی کر کے باہر نکلے تو سڑک پر میاں اکرم صاحب کو منتظر پایا۔ انھوں نے بتایا کہ حضرت صاحب نے تمھیں یاد فرمایا ہے۔ اور ارشاد کیا ہے کہ دو دن ہمارے حضور میں رہا کرو اور ایک دن گاؤں میں پھرا کرو۔ اس مژدۂ جانفزاء کو سن کر حکیم صاحب بے حد خوش ہوئے اور اسی وقت بجائے گاؤں جانے کے میاں صاحب کے ہمراہ خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے لیے مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔

مسجد میں پہنچ کر قدم بوس ہوئے حضرت نے بکمال منایات بیغایات اس طویل غیر حاضری کی وجہ بیان فرمائی۔ تو حکیم صاحب نے بادیدہ پرنم تمام حالات صحیح صحیح عرض کر دیے آپ نے متبسّم ہو کر ارشاد فرمایا۔

کوئی فکر نہ کر۔ یہیں سے توجہ کر دے۔ تمہاری غیر حاضری میں کوئی مریض نہ آئے گا۔ تم بے فکری اور یکسوئی سے یہاں رات گزارو۔

پھر فرمایا،، بیٹے اس سلسلہ کو اس قدر وسیع نہ ہونے دو کہ مطالعۂ کتب دینی اور اشغال و وظائف میں تعطّل پیدا ہو۔ انسانی زندگانی کا مقصود اوّلین یہی ہے۔ صرف روپیہ کمانا ہی نہیں ہے۔ اس طرح دل بھی سیاہ ہو جائے گا۔ اور عبادات و ذکرِ الٰہی میں لطف و کیف پیدا نہ ہو سکے گا۔

بر وقت خوش کہ دست دہد غنیمت شمار
کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

حکیم صاحب نے آپ کا ارشاد بجان و دل قبول کیا اور عرض کیا۔ عالی جاہ میں کیا اور میری توجہ کیا۔ حضور ہی کرم فرمائیں اور توجہ فرما کر میری مجبوری رفع کریں اس کے بعد حکیم صاحب تین دن کی چھٹی لے کر وہیں مقیم رہے۔ جب مرخص ہو کر گاؤں پہنچے تو یہ سن کر حیران ہوئے کہ ان تین دنوں کوئی شخص علاج معالجے کے لیے نہیں آیا تھا۔

حکیم صاحب کا بیان ہے کہ اس کے بعد سے وہ سلسلہ اس قدر کم ہو گیا کہ وہ دفتر کی حاضری اشغال و اوراد اور مطالعۂ کتبِ دینی میں کسی قسم کی دقت محسوس نہ کرتے تھے۔ اور آپ کے ارشاد کے مطابق آپ کی خدمتِ اقدس میں بھی باریابی کا شرف حاصل کر لیتے اور اس کے ساتھ ہی مخلوقِ خدا کی طبی خدمت بھی کرتے۔

اولاد زندہ رہے گی

جناب حاجی میاں محمد رمضان بھیروی جو حضرت کے دیرینہ غلاموں میں سے تھے۔ انھوں نے ایک دفعہ بیان فرمایا۔ کہ بھیرہ میں ایک شخص حافظ انور صاحب کی اولاد زندہ نہ رہتی اور وہ بیچارے اس خیال سے ہمیشہ پرملال اور خستہ حال رہا کرتے تھے۔ وہ حضرت کے علوِ مرتبت اور بلند منزلت شہرہ سن کر ہمیشہ اس امر کے خواہشمند رہتے تھے کہ جب آپ وقت بھیرہ تشریف

لائیں تو ان کے قدوم لزوم سے اپنے خراب آباد کو شاداب و آباد کریں اور اپنی خستہ حالی عرض کر کے آپ سے استمداد و اعانت کے طلبگار ہوں۔ چنانچہ جب بھی آپ بھیرہ تشریف لاتے۔ وہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے کوشش کرتے اور بڑی منت وسماجت اور لجاجت کے ساتھ درخواست پیش خدمت کرتے لیکن حضرت کسی کسی وجہ سے انہیں ٹال دیتے۔

بالآخر جب ان کے نصیب نے یاوری کی اور ان کا ستارۂ اقبال اَوج پر آیا اور ''کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٍ بِاَوْقَاتِهَا'' کے مطابق آپ نے اپنی چشم بصیرت سے معلوم کر لیا کہ خالی دامن طلب میں گوہر مقصود پڑنے کا وقت آن پہنچا ہے تو آپ نے ایک موقع پر ان کی زاری اور بیقراری سے متاثر ہو کر ان کی درخواست قبول فرمائی۔

وقت مقررہ پر آپ نے حاجی محمد رمضان قاضی محمد شریف کتب فروش اور ایک درویش کو ہمراہ لے کر حافظ صاحب کے غریب خانہ کو مشرف فرمایا۔ تناول ماحضر کے بعد حافظ صاحب دست بستہ کھڑے ہو کر اپنا حال پر ملال حضرت پر آشکارا کرنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ آپ نے فرمایا:

''حافظ صاحب! آپ کی مطلب برآری کا وقت آن پہنچا ہے، آپ گھبرائیں نہیں، بفضلہٖ تعالیٰ آپ کے ہاں قائم رہنے والا اور پھولنے پھلنے والا پودا اگنے والا ہے۔'' یہ فرما کر آپ نے اپنے مخصوص انداز میں دعا مانگی۔ خدا کی شان! اس کے بعد خداوند تعالیٰ منعم حقیقی کے فضل وکرم اور جود وعطاء

اور حضرت مولانا کی دعا سے ان کے فرزند تولد ہوا۔ جس کا نام انہوں نے آپ کے فرمان کے مطابق گل محمد رکھا۔ وہ بچہ حضرت مولانا کے ارشاد کے مطابق پروان چڑھا، پھلا پھولا، زیور علم سے آراستہ ہوا اور ابتک بفضلہٖ تعالیٰ بقیدِ حیات کی موجود ہے اور اس علاقہ کے لائق اور تجربہ کار اطباء میں سے ہے۔

عجب نیست گر عارف از کشف خویش
کند منکشف حال دلہائے ریش

باب سوئم

وفات

ہر گز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما
ہر دل کہ بہ توحید خدا زندہ شد
تا ابد او زندہ و پائندہ شد

آپ کو بزرگانِ دین کے مزارات کی زیارت کا بڑا شوق تھا۔ خاص طور پر عرسوں کے مواقع پر ضرور تشریف لے جاتے اور وہاں زائرین کو اپنے مواعظِ حسنہ سے مستفید فرماتے اور اس کام کو خداوند تعالیٰ اور صاحبِ مزار کی خوشنودی کا موجب سمجھتے۔

جب آپ کی عمر مبارک 86 برس کی ہوگئی۔ ایک دفعہ 17 ربیع الاول 1336ھ بروز یکشنبہ آپ لاہور کے مشہور و معروف صوفی و بزرگ حضرت شاہ محمد غوث پشاوری رحمتہ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر بعد از نمازِ مغرب تشریف لے گئے۔ مزار مبارک پر فاتحہ پڑھ کر مراقبہ فرمایا۔ فارغ ہو کر سجادہ نشین صاحب کے پاس قدرے بیٹھے اور صاحبِ مزار کے فیوض و برکات اور تجلیات و انوار الٰہیہ کا جو اس سعید وقت میں نازل ہو رہے تھے، ذکر فرما کر واپس تشریف لے آئے۔

آپ کی علالت

مسجد میں پہنچ کر آپ نے کچھ تناول فرمایا۔ تھوڑا عرصہ بعد آپ کی طبیعت یکلخت ناساز ہوگئی۔ نماز عشاء پڑھنے کے بعد آپ آرام کرنے کے لیے اپنے حجرے مقدسہ میں تشریف لے گئے۔ تمام رات اسی طرح بے چینی اور بے آرامی میں گزری مگر حضرت نے اپنے معمولات و اوراد میں سرِ مُو فرق نہ آنے دیا۔

دوسرے دن علالت نے اور زور پکڑا، لاہور کے مشہور و معروف طبیب شفاء الملک حکیم فقیر محمد صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو طبی حیلہ کے لیے بلایا گیا اور ان کی تجویز کے مطابق علاج معالجہ شروع کیا گیا لیکن بیماری ہر آن بڑھتی گئی۔

حضرت کا اپنی وفات کے متعلق پہلے ارشاد فرمانا

جناب حکیم محمد یعقوب صاحب غلام حیدر صاحب قریشی، میاں غلام حسین صاحب اور دیگر متعدد خدام اور متوسلین کا بیان ہے کہ علالت سے چند دن پہلے ایک رات حضرت اپنے حجرہ مقدسہ میں بیٹھے ہوئے لیمپ کی روشنی میں کتب تاریخ کا مطالعہ کر رہے تھے کہ وہ لیمپ خود بخود بجھ گیا، خادم خاص میاں غلام حسین نے جھٹ اسے دوبارہ روشن کر دیا، حضرت نے اس وقت بے ساختہ سے چند بار سر ہلا کر فرمایا۔

''چراغ گل ہوگیا۔''

سامعین نے حضرت کے اس ارشادِ گرامی کو اس وقت تو معمولی سمجھا اور اسے اس لیمپ کے بجھ جانے پر ہی محمول کیا مگر جب اس علالت کے دوران باوجود علاج معالجہ کے بیماری کو زور پکڑتے اور آپ کو آن بآن نڈھال ہوتے دیکھا تو انہیں حضرت کا وہ فقرہ ''چراغ گل ہوگیا'' یاد آیا اور حضرت نے وہ جملہ جو ارشاد فرمایا تھا اس میں صرف اس لیمپ کے بجھنے کی خبر نہ تھی بلکہ دراصل آپ کے وصال وانتقال کا اشارہ تھا۔ آپ نے گویا فرمایا تھا کہ وہ درخشندہ چراغ شریعت اور تابندہ آفتاب و ماہتابِ طریقت جو حضرت کی ذات سے ایک عالم کو منور وروشن کررہا تھا اب حسب فرمان سبحان کل من علیھا فان اس فانی وپائیدار جہان سے پردہ پوش ہونے والا ہے۔

زاہداں از مرگ مہلت خواستند　　عاشقاں گویند ہے رَود باش

الغرض وہ تمام دن اور اس کے بعد مرض کی شدت میں کمی واقع ہونے کی بجائے زیادتی ہوگئی۔ تاہم اس حال میں بھی آپ نے تمام نمازیں باجماعت ادا فرمائیں اور اپنے اوراد و وظائف بھی پورے ادا کرتے رہے بلکہ خادم خاص میاں غلام حسین کے بیان کے مطابق نوافل بھی نہ چھوڑے۔

حضرت کا انتقال پُر ملال

آخر دوسرے دن یعنی 19 ربیع الاول 1326ھ بمطابق 1908ء بروز دوشنبہ تقریباً دو بجے بعد دوپہر آپ کی روح بہ تقدیر ربانی عالمِ فانی سے فردوسِ جاودانی کو رحلت پذیر ہوئی اور قرب ربانی میں بڑی عشرت وشادمانی

سے راحت گیر ہوئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

تمام طلبہ خدام اور عقیدت مند جو اس وقت حاضر دربار تھے بے اختیار آہ وفغاں کرنے لگ گئے اور رنج والم کی فریاد سب احباب کے اکباد سے بلند ہوئی۔ ہر ایک کے دل تپاں اور سینہ بریاں سے رنج وفرقت کی آہ سوزاں نکل رہی تھی۔

حضرت کا علمی اور روحانی درجہ

جناب حکیم مولوی محمد یعقوب صاحب کا بیان ہے کہ وہ حضرت کے ارتحال کے دن اپنے گاؤں سلامت پور میں تھے جو شالامار باغ سے دو میل آگے ہے۔ حکیم صاحب دوپہر کو قیلولہ منسونہ کر رہے تھے کہ خواب میں آپ نے دیکھا کہ حضرت کے حجرۂ خاص کے سامنے مسجد کے صحن میں ایک جنازہ رکھا ہوا ہے اور علاوہ دوسرے لوگوں کے متعدد نورانی چہروں والے اشخاص مصروفِ آہ وفغاں ہیں۔ جنازے سے ایسی پاکیزہ اور فرحت افزا خوشبو آرہی ہے کہ تمام مسجد اور اس کا ماحول مہک رہا ہے حکیم صاحب نے خواب میں ہی حضرت مولانا کے خادم خاص میاں محمد حسین سے پوچھا:

"یہ جنازہ کس بزرگ کا ہے اور یہ خوشبو کیسی ہے؟"

میاں غلام حسین صاحب نے جواب دیا۔

"یہ جنازہ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا ہے اور عطر حضرت غوث

الاعظم رحمتہ اللہ علیہ نے لگایا ہے۔

حکیم صاحب میاں غلام حسین کے اس جواب سے متعجب ہوئے اور خیال کرنے لگے کہ حضرت غوث الاعظم علیہ الرحمۃ کا زمانۂ مقدسہ تو حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ سے کافی عرصہ بعد ہوا ہے پھر اس جنازہ کو حضرت غوثِ اعظم کا معطر کرنا کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ اسی خیال میں غلطاں و پیچاں تھے کہ ان کی آنکھ کھل گئی۔

بیدار ہونے پر آپ کے دل پر غم واندوہ کا اک بارِ گراں تھا۔ اور بے اختیار ان کا دل رونے کو چاہتا تھا۔ وہ حیران تھے کہ اس پریشانی کا کیا سبب ہے کوئی غائبانہ طاقت انہیں لاہور شہر کی طرف کشش کر رہی تھی۔ بالآخر وہ لاہور کی طرف روانہ ہو پڑے۔ شہر کی حدود میں داخل ہوئے ہی تھے کہ بچہ بچہ کی زبان پر حضرت مولانا کی وفات کا چرچا سنا اور تمام کاروبار اور دوکانوں کو بند پایا۔

اے باغباں اے باغباں آمد خزاں آمد خزاں
ہر شاخ و برگ از درد دل بنگر نشاں بنگر نشاں

لوگ بے تابانہ انداز میں افتاں وخزاں آہ وفغان کرتے ہوئے مسجد کی طرف رواں دواں تھے حکیم صاحب کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہوگئی اور بصد مشکل جوں توں کر کے مسجد میں پہنچے۔

مسجد میں پہنچ کر آپ نے بعینہٖ وہی نقشہ دیکھا جو خواب میں نظر آیا تھا،

یعنی آپ کا جنازہ حجرۂ مقدسہ کے سامنے پڑا تھا اور اس سے اسی قسم کی رروح پرور خوشبو آ رہی تھی، ہزاروں آدمی پر ملال و بدحال مسجد میں ادھر اِدھر مصروفِ فغاں تھے۔

حکیم صاحب گرتے پڑتے آگے بڑھے اور زار و قطار روتے ہوئے آپ کے قدمبوس ہوئے۔ اب انہیں خواب کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی۔ اور آپ نے سمجھ لیا کہ آپ شریعت میں امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ اور طریقت میں حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نائب تھے۔

آپ کو آپ کے مریدانِ خاص میاں رحیم بخش صاحب، میاں محمد عارف صاحب اور میاں محمد اکرم صاحب نے حجرۂ شمالی میں غسل دیا اور کفن پہنایا کیونکہ اس عرصہ میں شام ہو چکی تھی۔ اور لاہور کے گرد و نواح کے قصبوں اور شہروں سے لوگوں کے آنے کی توقع تھی، اس لیے یہ رائے ہوئی کہ جنازہ کی نماز دوسرے دن پڑھی جائے۔

خان صاحب مولوی محرم علی صاحب چشتی اور میاں تاج الدین صاحب وکیل کوٹھی دار معہ چند معززین شہر کے سرکاری افسران متعلقہ سے مسجد کے ملحقہ احاطہ میں ہی حضرت کو دفن کرنے کی اجازت لینے کی کوشش کرنے میں لگ گئے جس میں انہیں کامیابی ہوئی اور مولانا کی ہمہ گیر شہرت کی وجہ سے کسی افسر نے اعتراض یا انکار نہ کیا بلکہ بخوشی اجازت دے دی۔ یہ بات عوام میں مشہور ہے کہ جب مولوی محرم علی اور ان کے ہمراہی گورنر

صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض مدعا کیا تو انہوں نے کہا:
میں پنجاب کا سیاسی گورنر ہوں وہ پنجاب کے روحانی حاکم اس لیے ہم کسی طرح انکار کر سکتے ہیں؟ تم جہاں چاہو، انہیں دفن کر سکتے ہو۔

آپ کی قبر کے لیے احاطۂ مذکورہ میں وہ جگہ منتخب کی گئی جہاں ان دنوں ایک چھوٹا سا باغیچہ تھا اور وہاں حضور گاہے بگاہے چارپائی بچھوا کر کتب بینی کیا کرتے تھے۔ تمام رات قبر کھودتے اور اس کی تیاری کا سلسلہ جاری رہا، مسجد لوگوں سے کھچا کھچ بھری رہی جو مصروفِ تلاوتِ قرآن رہے۔

حضرت کی نمازِ جنازہ

اگلے دن صبح کی نماز کے بعد آٹھ بجے کے قریب حضرت کے جنازہ کو مسجد سے باہر نکالا گیا اور بازار میں رکھ کر دو طرفہ لمبے لمبے بانس باندھے گئے تاکہ مشتاق لوگوں کو کندھا دینے میں آسانی رہے مگر خلقِ خدا کا ہجوم اتنا بے پناہ تھا کہ وہ بانس باوجود کافی لمبے ہونے کے ناکافی ثابت ہوئے۔ چوک سرجن سنگھ میں پہنچ کر ان سے زیادہ لمبے بانس باندھے گئے لیکن پھر بھی کندھا دینا ہمت کا کام تھا۔ بعض لوگ صرف بانس کو ہاتھ لگانا ہی غنیمت سمجھ لیتے تھے۔ جنازہ میں شامل ہونے والے احباب جب باہم مل کر بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے ہوئے، آپ کے جنازے کو لے چلے تو عجیب سماں پیدا ہو گیا۔ ہر شخص موافق و مخالف، مسلم و غیر مسلم کے دلوں پر ہیبت اور رعب طاری ہو گیا اور جہاں سے جنازہ گزرتا تو لوگ سروقد تعظیم کے لیے کھڑے

ہو جاتے اور بڑی حسرت ورنج سے کہتے۔

''افسوس! آج ہم میں سے ایک فیض رساں
ہستی اٹھ گئی اور لاہور بے نور ہو گیا۔''

آپ کا جنازہ موتی بازار سے ہوتا ہوا سرجن سنگھ کے چوک سے مڑ کر ڈبی بازار، کشمیری بازار سے گزرا اور چوک پرانی کوتوالی سے مڑ کر براستہ چونا منڈی مستی دروازہ سے باہر نکل کر اقبال پارک کے وسیع میدان میں پہنچا۔ اس دن بھی مسلمانوں نے کاروبار بند رکھے۔ موافق ومخالف مسلم اور غیر مسلم سب آپ کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان تھے۔ سچ ہے:

وملتحة حمدت لها أضرانها
والفضل ما شهدت به الأعداء

گرمی کا موسم تھا لوگوں نے جابجا ٹھنڈے پانی کی سبیلیں لگا رکھی تھیں۔ میدان میں کم وبیش ساٹھ ستر ہزار مسلمانوں نے صاحبزادہ حضرت مولانا مولوی محمد مظہر صاحب کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ گو آپ کی طبیعت میں اہل سنّت کے علاوہ دوسرے فرقوں کے متعلق سخت شدت تھی لیکن آپ کی حق گوئی، بے نفسی، خلوص اور تبحر علمی سے متاثر ہو کر وہ لوگ بھی جنازہ میں شامل ہوئے اور آپ کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان رہے۔

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں — گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

نماز جنازہ میں متعدد احباب پشاور، دہلی اور کراچی وغیرہ دور افتادہ شہروں کے پائے گئے۔انہوں نے بیان کیا کہ حضرت نے اپنے انتقال سے چند دن پہلے انہیں عالم رویاء میں لاہور آنے کا حکم دیا تھا۔نماز کے بعد آپ کا جنازہ براستہ حضوری باغ چوک نوگزہ بازار، بارود خانہ،موتی بازار اسی شان ووقار سے مسجد میں لایا گیا اور ظہر کے بعد تقریباً چار بجے آپ کے جسدِ اطہر کو چوبی صندوق میں لٹا کر ابدی آرام گاہ میں دفن کر دیا گیا۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَمِنْهَا نعيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى

مدتے شد کہ بہ پابوسِ تو دارم ہوسے
جگرم خون شدو ایں درو نہ گویم بہ کسے

صندوق کے چاروں طرف اور اوپر نیچے پتھر رکھے گئے اور مزار مکمل کیا گیا۔آپ کا مزار پرانوار آج تک زائرین کا مرجع ہے۔لوگ جس طرح آپ کی ظاہری زندگی میں فیض یاب ہوتے تھے اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ آپ کی اس حیات جاودانی میں فائز المرام ہوتے ہیں اور دامن امید کو ثمر مقاصد سے بھرتے ہیں۔سچ ہے:

مزار اولیاءً اللہ پر کیا کیا فیض جاری ہیں
کھلا دربار عالی ہے آزمائے جس کا جی چاہے

باب چہارم

تصانیف

متعدد کتابیں اور رسائل حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی یادگار ہیں جو کہ مختلف موضوعات پر لکھے گئے ہیں۔ مثلاً

1- نمازِ حضوری
2- نماز ضروری
3- ختماتِ خواجگان
4- حقیقتِ انوار محمدیہ صلّی اللہ علیہ وسلّم
5- شمس الحنفیّہ
6- جوہر ایمانی
7- نورِ ربانی فی مدحِ محبوبِ سبحانی
8- عکازہ در صلوٰۃ جنازہ
9- شمس الضّحیٰ فی مدحِ خیر الوریٰ
10- فاتحہ خوانی
11- شوارقِ صمدیہ فی ترجمۃ بوارق محمدیہ فی رجیم الشّیاطین النّجدیہ
مؤلفہ مولانا فضل رسول بدیوانی رحمۃ اللہ علیہ

لیکن جو شہرت اور قبولیت اسلامی تعلیمات پر ''اسلام کی گیارہ کتابوں'' کو ملی، آج تک کسی مصنف اور کسی تصنیف کے حصے میں نہیں آئی۔ ''اسلام کی گیارہ کتابیں'' قریباً پون صدی سے پڑھی جا رہی ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ اس عظیم الشّان اور بابرکت تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

1- اسلام کی پہلی کتاب: اس میں آداب، اخلاق پند و نصائح اور فضائلِ

قرآن مجید ہیں۔

2- اسلام کی دوسری کتاب: اس میں نماز، روزے کے فضائل مفصّل درج ہیں۔

3- اسلام کی تیسری کتاب: اس میں مسائلِ حج و زکوٰۃ، بیع و شریٰ وغیرہ درج ہیں۔

4- اسلام کی چوتھی کتاب: اس میں نکاح، طلاق اور حق مہر کے مسائل درج ہیں۔

5- اسلام کی پانچویں کتاب: مسائل رضاعت و ذکر فتوحات عرب و عجم کا بیان ہے۔

6- اسلام کی چھٹی کتاب: قرآن شریف کی سورتوں کے خواص اور اوراد و وظائف کا ذکر ہے۔

7- اسلام کی ساتویں کتاب: اسلام کے بنیادی عقائد درج ہیں۔

8- اسلام کی آٹھویں کتاب: مقلِّد و غیر مقلِّد کے عقائد اور مسائلِ ذبیحہ پر فتویٰ۔

9- اسلام کی نویں کتاب: نکاح، جہیز و طلاق وغیرہ کے مسائل کا بیان ہے۔

10- اسلام کی دسویں کتاب: رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مجالسِ میلاد شریف میں رونق افروز ہونا۔

11- اسلام کی گیارہویں کتاب: مسئلہ عصمتِ انبیاء، ثبوتِ معراج جسمانی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نزول عیسیٰ علیہ السّلام اور ظہور امام مہدی کا بیان ہے۔

اولاد

پھول تو دو دن بہارِ جانفزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

حضرت مولانا کے چار صاحبزادے حضرت مولانا عبدالعلیٰ صاحب، حضرت مولانا رفیع الدین صاحب، حضرت مولانا زین العابدین صاحب اور حضرت مولانا قربان محمد صاحب اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

ان بلند اقبال شہزادوں میں سے اول الذّکر تین سال کی عمر میں داغ مفارقت دے گئے۔ دوسرے صاحبزادے جوان ہوئے، حضرت مولانا نے ان کی شادی خانہ آبادی شہر بھیرہ کے قریب ہی ایک گاؤں احمد آباد کے ذی عزت اور اہلِ علم گھرانے میں کی۔ ان کے ہاں ایک فرزندِ ارجمند حضرت مولانا مولوی محمد مظہر صاحب اور ایک دختر بلند اختر تولد ہوئے۔ یہ صاحب زادے موصوف بڑے ذی علم وعمل اور صاحب کمال تھے اور "اَلْوَلَدُ سرٌّ لابیه" کے پورے مصداق تھے مگر قضائے خداوندی نے انہیں بھی مہلت نہ دی۔ آپ بہ نیت حج بیت اللہ وزیارت روضۂ مطہر رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سرزمین مقدس عرب شریف میں تشریف لے گئے۔ وہاں سے فارغ ہوکر قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ پرعمل کرنے کی نیت سے ممالک اسلامی کی سیاحت فرماتے ہوئے ترکی جا پہنچے۔ آپ اپنی علمی قابلیت اور خداداد عقل و

ذہانت کی وجہ سے بہت جلد اس علاقے میں مشہور ہو گئے اور بے شمار لوگ آپ کے معتقد اور گرویدہ ہو گئے۔

حضرت مولانا نے اپنے اس ہونہار فرزند ارجمند کو اس خطہ میں خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالحمید خان کی جوان دنوں سریر آرائے تختِ خلافت تھے۔ زیارت اور ملاقات کی ترغیب دی اور لکھا کہ اگر ایک مسلمان بادشاہ خود بھی اسلامی قوانین کا پابند ہو اور اپنی رعایا کو بھی تعلیمات اسلامی کا پابند رکھتا ہے تو خداوند تعالیٰ کے نزدیک اس کا بڑا مرتبہ ہے۔"

صاحبزادہ صاحب نے جواب میں تحریر کیا:

خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ کی توجہ سے مجھے نہ صرف سلطان صاحب کی ملاقات کا موقع آسانی سے مل گیا ہے بلکہ انہوں نے ایک دفعہ مجھے اپنی خاص گاڑی میں اپنے ہمراہ بٹھالیا۔

پھر اس کے چند ماہ بعد حضرت صاحبزادہ صاحب دیارِ مقدسہ سے واپس تشریف لے گئے اور جب مکہ مکرمہ کی زیارت سے مشرف ہو کر مدینہ پہنچے تو چند دن بیمار رہ کر اسی سرزمین پاک میں ابدی نیند سو گئے۔

به چه ناز رفته باشد زجهان نیاز مندی
که بوقت جان سپردن بسرش رسیده باشی
قدموں میں تیرے سر ہو اور جان تن سے نکلے
تیری قسم ہے جاناں مرنے کا غم نہ ہوگا

ان کی قسمت پہ فدا تختِ شہی کی راحت
خاکِ طیبہ پہ جسے چین کی نیند آئی ہو

تیسرے صاحبزادے حضرت مولانا زین العابدین صاحب بیحد خوبصورت وخوب سیرت اور بڑے ذکی، ذہین اور فہیم تھے۔ علمِ دین کے حصول میں پورے شغف اور ذوق وشوق سے لگے ہوئے تھے۔ مگر پندرہ برس کی عمر میں اچانک آپ کو بھی داعی اجل کو لبیک کہنا پڑا۔

چوتھے صاحبزادے اپنی ولادت سے صرف پندرہ دن بعد ہی داغِ فرغت دے گئے اور فردوس بریں کو سدھارے۔ آپ کو اپنے اقبال منداور ہونہار فرزندوں کے داغِ مفارقت سے سخت صدمے ہوئے۔ ہر صاحبزادے کے انتقال پرملال پر آپ کو شفقتِ پدری کے باعث سخت رنج وغم ہوا مگر آپ نے اس کٹھن اور کڑی آزمائش اور ابتلاء کو صحیح اسلامی شان سے برداشت کیا۔ سچ ہے۔

؎ ما بلا ہر کسے قضا نہ کنم	تا کہ اورا ز اولیاء نہ کنم
ایں بلا گوہر از خزانۂ ماست	با ہر کس گوہر عطاء نہ کنم
؎ طریق عشق بازی بے بلا نیست	زمانے بے بلا بودن روا نیست
بلا کش تالقائے دوست بینی	کہ مردِ بے بلا صاحب بقا نیست
میان صد بلا خوش باش با دوست	کہ ہر جا او بود ہر گز بلا نیست

صاحبزادیوں میں سے بھی ایک نے حضرت کی موجودگی میں صغرسنی

میں انتقال کیا۔ باقی دو میں سے بڑی صاحبزادی صاحبہ تارک الدنیا ہیں اور انہوں نے علائق دنیوی سے کنارہ کش ہو کر یادِ الٰہی اور زہد و عبادت کو اپنا شعار بنایا اور مجاہدات اور ریاضت سے روحانیت میں وہ کمال حاصل کیا کہ اپنے پدر بزرگوار کی طرح ان کا فیض جاری ہوا اور لاہور اور نواحی آبادیوں کی بے شمار عورتیں اپنی حاجت روائی کے لیے آپ کے پاس حاضر ہو کر اپنے خالی دامنوں کو ثمرِ مراد سے بھرنے لگیں۔

حضرت مولانا کے عقیدت مند بھی ہر مشکل میں آپ سے استعانت اور دستگیری کے ملتجی ہوتے تو خداوند تعالیٰ کے فضل اور حضرت مولانا کے تصرف سے فائز المرام ہوتے۔ حضرت مولانا کے بعد عرصہ تک آپ کا فیض جاری رہا۔ بالآخر بقضائے الٰہی مورخہ 22 ذی الحجہ 1355ھ بمطابق 6 مارچ 1927ء بروز جمعتہ المبارک شام کی آذان سے کچھ پہلے آپ اس جہانِ فانی کو چھوڑ کر عالمِ جاودانی کو راہی ہوئیں۔ آپ کی رحلت کو حضرت کے عقیدتمندوں اوشہر بھر کی مستورات نے ایک صدمۂ عظیمہ اور ناقابل تلافی نقصان کی طرح محسوس کیا اور گھر گھر میں غم والم کی لہر دوڑ گئی۔ آپ کو حضرت کے مزار اقدس کی سیڑھیوں کے بائیں جانب ابدی نیند سلا دیا گیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ط

صاحبزادی صاحبہ خورد کی شادی ضلع شاہ پور کے ایک مشہور شہر خوشاب کے ایک معزز گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے ہاں ایک دختر بلند اختر تولد

ہوئی۔ مگر پھر ایک شرعی عذر کی وجہ سے حضرت صاجزادی صاحبہ نے اپنی بچی سمیت اپنے خاوند سے علیحدگی اختیار کر لی اور اپنی محترمہ ہمشیرہ کبیر کی طرح بقایا عمر خالقِ حقیقی اور مطلوبِ اصلی کی طلب میں گزارنے لگ گئیں۔

حضرت قبلہ مولانا کی رحلت کے وقت یہ دونوں صاجزادیاں، صاجزادہ حضرت مولانا مولوی محمد مظہر صاحب، ان کی ہمشیرہ اور حضرت کی صاجزادی صاحبہ خورد کی دختر بلند اختر موجود تھے۔

چنانچہ حضرت مولانا کے وصال پر حضرت صاجزادہ صاحب موصوف مسند نشین ہوئے اور انہی کے سر مسجد کی امامت، خطابت اور تولیت کا بارگراں ڈالا گیا۔ حضرت قبلہ کے چالیسویں کا اہتمام بڑے وسیع پیمانے پر مورخہ 29 ربیع الثانی 1326ھ کو کیا گیا۔ اس مبارک تقریب میں لاہور بلکہ پنجاب بھر کے صحیح العقیدہ علمائے کرام، متعدد مشائخ عزائم اور معززین شہر کی موجودگی میں آپ کے شاگرد حضرت قبلہ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری نے اپنے دستِ مبارک سے حضرت صاجزادہ صاحب کی دستار بندی فرمائی۔

سجادہ نشین حضرت رفیع المرتبت صاجزادہ مولانا مولوی محمد مظہر صاحب رحمتہ اللہ علیہ

حضرت مولانا کی وفاتِ حسرتِ آیات کے وقت حضرت صاجزادہ محمد مظہر کی عمر تقریباً سترہ برس تھی۔ آپ نے بارہ برس کی عمر میں اپنے دادا جان سے علوم دینیہ کی تحصیل پورے ذوق سے شروع کی مگر بچپن کی وجہ سے آپ حضرت سے پورا پورا فیض حاصل نہ کر سکے لیکن جب آپ پر اپنے جد بزرگوار کے وصال کے بعد ذمہ داریوں کا بارگراں ڈالا گیا۔ تو آپ نے تحصیل و تکمیل کی طرف پوری توجہ کی اور حضرت کے شاگرد رشید حضرت مولانا غلام حیدر قریشی صاحب سے تمام کتبِ متداولہ کی تکمیل کی۔ قریشی صاحب کو حضرت مولانا نے اپنی وفات سے کئی سال پہلے مطلع کر دیا تھا کہ تیرے پاس میرے عزیز محمد مظہر کا علمی حصہ ہے۔

حضرت صاجزادہ صاحب نے تقریباً 19 سال تک مسجد میں فرائض خطابت و امامت کو پوری طرح ادا کیا اور حضرت کے نقش قدم پر چلنے کے لیے حتیٰ الوسع سعی بلیغ کرتے رہے اور مسجد کی رونق بدستور قائم رہی۔

آپ کے زمانہ میں مسجد کے ملحقہ بازار میں فاحشہ بدکار عورتوں نے سکونت اختیار کر لی۔ اور چوک سرجن سنگھ تک کا تمام علاقہ اس ننگِ انسانیت گروہ نے گھیر لیا۔ ان کی وجہ سے اس علاقہ میں دن رات شرابی اور بدمعاش لوگوں کی آمد و رفت رہنے لگی۔ اکثر اوقات یہ بدکار لوگ مسجد میں داخل ہو کر

اس کی بے حرمتی کا باعث بنتے۔ اس لیے آپ نے میاں بدرالدین صاحب کی وساطت سے جو ان دنوں میونسپل کمیٹی میں ایک معزز عہدے پر سرفراز تھے۔ بڑی محنت شاقہ سے اور گونا گوں رکاوٹوں کا مقابلہ کر کے اور بڑی تکلیفیں برداشت کر کے مسجد کے ماحول کو پاک کیا۔

جَزَاهُمُ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْجَزَاء.

حضرت مولانا قدس سرہ العزیز کے اس مقصد کہ ''کوئی بدعقیدہ شخص مسجد میں داخل نہ ہو''، آپ نے بڑی سختی سے پورا کیا۔ آپ صوم وصلوٰۃ کے عاشق تھے اور انہیں پورے ذوق وشوق اور کامل اہتمام سے ادا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی روحانی تکمیل کے لیے حضرت قبلہ مولانا احمد خاں صاحب چشتی زیب سجادہ میسرے شریف کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔ آپ عین جوانی کے عالم میں تھے اور اپنی علمی اور روحانی تکمیل کی راہ پر گامزن تھے کہ عُمّال قضاوقدر نے آپ کو اس دارِ محنت والفرار سے دارالراحۃ والقرار کی طرف سدھارنے پر مجبور کر دیا۔

آپ اپنی عمر کا سینتیسواں سال پورا کر رہے تھے کہ مورخہ 20 ذیقعد 1344ھ بمطابق 2 جون 1926ء بروز بدھ آپ کی ناک میں چھوٹا سا دانہ نکلا جسے پہلے تو معمولی خیال کیا مگر تیسرے دن اس سے سخت تکلیف ہونے لگی۔ تمام چہرے پر اس قدر سوزش ہوگئی کہ کھانے پینے، آنکھ کھولنے بلکہ سانس لینے میں بھی سخت دقت پیدا ہوگئی۔ علاج معالجہ کے لیے مختلف

جرّاحوں کو بلایا گیا۔ لاہور کے مشہور و معروف ڈاکٹر سید دلاور علی شاہ صاحب بھی علاج کرتے رہے لیکن مرض کی شدت میں کمی نہ آئی۔

آخر پانچ دنوں کی مختصر علالت کے بعد شب سہ شنبہ مورخہ 25 ذی قعدہ 1344ھ مطابق 7 جون 1926ء کو آپ اس ناپائیدار جہانِ فانی سے خلدِ آشیانی ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ط

تجہیز و تکفین

آپ کے دفن کے متعلق بھی خان بہادر مولوی محرم علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد کے ملحقہ احاطہ میں ہی اجازت حاصل کر لی۔ آپ کے جنازہ کے ساتھ بھی لمبے لمبے بانس باندھے گئے اور ہزاروں مسلمانوں کی معیت میں اسے موتی بازار، بزاز ہٹہ، ڈبی بازار، کشمیری بازار، چوک مسجد وزیر خان اور دہلی گیٹ سے باہر لے جا کر باغ متصل دربار حضرت شاہ محمد غوث علیہ رحمۃ میں پہنچا دیا گیا جہاں پر حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔

نماز کے بعد آپ کا جنازہ اسی راستے سے مسجد میں واپس لایا گیا اور بروز چہار شنبہ بوقت عصر آپ کو حضرت مولانا کے مزار کی سیڑھیوں کے دائیں سمت ابدی نیند سلا دیا گیا۔

آپ کے ہاں عطائے ربانی سے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں مگر سب کے سب کمسنی کی حالت میں ہی داعی اجل کو لبیک کہہ

گئے۔ آپ کے وصال کے چار دن بعد بھی ایک صاحبزادہ تولد ہوا مگر وہ بھی تقریباً چوبیس دن کے بعد خلد آشیانی ہوا۔

در گوش خویش می شنوی فلاں نماند
در گوش دیگراں خبرت ہم رسیدن است

احقر کی خطابت مسجد سے سرفرازی

صاحبزادہ صاحب کی وفات حسرت آیات پر پس ماندگان اور حضرت کے عقیدتمندوں کو دوہرا رنج و غم ہوا۔ ایک تو صاحبزادہ صاحب کے داغ مفارقت کا اور دوسرا اس امر کا کہ آپ کے بعد حضرت مولانا قبلہ کی کوئی صلبی نرینہ اولاد نہ رہی تھی جو اس عظیم الشّان مسجد کے بار گراں کو سنبھال سکتا۔

اس بات کو دیکھ کر کئی لوگ اور جماعتیں مسجد پر قبضہ کرنے کی بے سود کوششیں کرنے لگ گئے۔

کرہِ فال بنامِ من دیوانہ زدند

اس احقر ہیچ میدان کو اس خدمت پر مامور کیا گیا اور اس بار گراں اور اہم ذمہ داری کو خاکسار کے کمزور اور ناتواں کندھوں پر ڈالا گیا۔ ہر چند میں نے اپنی نااہلیت اور ناقابلیت علمی و روحانی کی وجہ سے اس سے گریز کیا لیکن کیونکہ احقر کی شادی صاحبزادہ صاحب مرحوم و مغفور کی ہمشیرہ سے ہو چکی تھی اور اس طرح ناچیز کو اس خاندان ذی شان سے تعلق کا فخر حاصل تھا۔

گرچہ از نیکاں نیم لیکن بہ نیکاں بستہ ام

مورِ مسکیں ہوسے داشت کہ بہ کعبہ رسم
دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

اس لیے اغیار کی نسبت اس کام کا انصرام واہتمام میرے ذمہ کیا جانا انسب اور ضروری خیال کیا گیا۔ بنابریں صورت حالات کے مدنظر احقر نے بالآخر اس بارگراں کو دلِ لرزاں اپنے سر لینا قبول کر لیا اور ایک جمعہ کے دن عام نمازیوں کی موجودگی میں آپ کے شاگرد رشید خلیفہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سلامت پوری نے احقر کی دستار بندی کر دی۔

نماز اور رسم دستار بندی کے بعد احقر نے احباب کو ساتھ لیا اور حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس پر حاضر ہو کر بادیدہ پرنم امداد واستعانت کی درخواست کی۔

الحمد للہ کہ حضرت کے فیوض باطنی کی فراوانی نے ادھر میرے دل کو مستحکم کیا اور ادھر تصرف باطنی اور عنایات بیغایات سے اپنے تمام خدام متوسلین اور عقید تمندوں کو مسجد کی طرف متوجہ اور راجع کر دیا۔

انجمن حنفیہ کی تجدید

چنانچہ سب سے پہلے حضرت کی بنا کردہ ''انجمن حنفیہ'' کی تجدید کی گئی جو حضرت مولانا کے وصال کے بعد عملاً نابود ہو چکی تھی۔ الحمد للہ کہ باوجود میری ناقابلیت اور نااہلیت کے حضرت مولانا کے تمام خدام اور عقید تمندوں نے احقر کے ساتھ پورا تعاون کیا۔

احقر ہیچ میدان سے بوجہ بے بضاعتی علمی خدمات تو کیا ہو سکتی تھیں۔ البتہ اپنے محترم و مکرم ماموں فضل حق صاحب زید مجدہم کی رہنمائی اور دیگر احباب کی معیت سے میں نے مسجد کی خدمت اور ماحول کی حفاظت کا کام پوری تندہی سے شروع کر دیا۔

ماموں موصوف کی شادی خانہ آبادی حضرت غریب نواز کی نواسی سے ہو چکی تھی اور انہیں بھی اس خاندان ذی شان سے متعلق ہونے کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔

مسجد کی خدمات کے علاوہ تالاب کو درست کروایا گیا۔ اس کے شمالی اور جنوبی کناروں پر سائے کے لیے دو خوبصورت برآمدے بنائے گئے تا کہ بارش اور دھوپ میں نمازی آرام و سکون کے ساتھ وضو کر سکیں۔ شرقی اور غربی پہلوؤں کو اس لیے اس وقت مسقّف نہ کیا گیا تا کہ مسجد کا نظارہ خراب نہ ہو اور صدر دروازے میں کھڑے ہو کر دیکھنے والے کو رکاوٹ محسوس نہ ہو لیکن بعد میں ان پہلوؤں پر بھی چھت ڈال دی گئی۔

بارش اور وضو کے پانی کے لیے جو زیر زمین کنواں تھا وہ بند تھا اور بارش کے وقت مسجد میں دیر تک پانی رکا رہتا تھا جو اس کی عمارت کو نقصان پہنچاتا تھا۔ اس لیے اس کی درستی کو ضروری خیال کیا گیا چنانچہ میونسپل کمیٹی میں درخواست دی گئی۔ الحمد للہ کہ چار پانچ ماہ کی بھاگ دوڑ اور تگ و دو کے بعد بابو بدرالدین صاحب کی اعانت سے آخر یہ مشکل حل ہو گئی۔ اور پرانے

کنواں کی بجائے نیا کنواں بنوایا گیا جس میں جبل پوری کلابی استعمال کیے گئے۔ یہ بدرو بھی زیرزمین میں تھا لیکن اس میں صفائی کے لیے تین مین ہول رکھے گئے۔ **فالحمد للّٰہ**

مسجد کی عمارت کی وسعت کی وجہ سے لیمپوں کی روشنی ناکافی تھی اس لیے بجلی لگوائی گئی جس سے مسجد رات کو بقعۂ نور معلوم ہونے لگی۔ **فالحمد للّٰہ**

حضرت قبلہ غریب نواز اور صاحبزادہ صاحب کے مزارات پر سنگ مرمر لگوایا گیا اور حضرت کے مزار پر شاندار گنبد بنوایا گیا۔ حضرت کے حجرہ اور باقی دونوں حجروں کو درست کروایا گیا اور بالخصوص حجرۂ مقدسہ کو خاص طور پر پلستر کروا کر رنگ وروغن کی گلکاری سے مزیّن کیا گیا جس سے اس کی شانِ تقدس کا اظہار ہونے لگا۔

مسجد کی عمارت کے شمال مغربی کونے پر ایک گوردوارہ تھا جس کے منتظمین نے کوئی چالیس پینتالیس سال ہوئے مسلمانوں کی بے پرواہی یا حضرت مولانا کی فراخ دلی اور رواداری سے فائدہ اٹھا کر گوردوارہ کی حدود وسیع کرتے ہوئے مسجد کی دیواروں تک اپنا تسلط جما لیا تھا اور مسجد کے اس کونے اور دونوں طرف کی دیواروں کو اپنے احاطہ میں لے لیا تھا۔

پھر 1931ء میں انہوں نے اپنی حدود کو مزید وسیع کرنے کا ارادہ کیا اور مسجد کی دیوار کا کچھ اور حصہ اپنے احاطہ میں لے جا کر گوردوارے کو اور وسیع کرنے کا ارادہ کیا جب ان کی مزاحمت کی گئی تو سکھوں کی طرف سے اشتعال

انگیز مظاہرہ کیا گیا۔ مسلمانانِ شہر اُن کے اس فعل سے سخت مضطرب ہوئے اور سخت ہیجان پیدا ہو گیا۔ چنانچہ ایک جمعہ کے دن کئی ہزار مسلمان اپنی اس عزیز مسجد اور اس کے ماحول کی حفاظت کے لیے جان قربان کرنے کو مسجد میں جمع ہو گئے۔ سکھوں کی طرف سے فساد کی چنگاڑی بھڑکانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا لیکن مسلمانوں نے کمال صبر وسکون کا مظاہرہ کیا۔

آخر خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم اور خاں صاحب مولوی محرم علی صاحب چشتی کی انتھک کوششوں سے میاں محمد صادق صاحب سٹی کوتوال نے اس قضیہ کا فیصلہ کر دیا اور سکھوں کو وہ جگہ چھوڑنا پڑی اور مسجد اور گوردوارہ کے درمیان سرکاری خرچ پر دس فٹ اونچی اور کافی لمبی ایک پختہ دیوار بنوا دی گئی جس سے آئندہ تصادم اور جھگڑے کا امکان نہ رہا۔ یہ دیوار اب تک موجود ہے اور اس میں سرکاری کتبہ بھی نصب ہے۔

علاوہ ازیں چشتی صاحب مذکور کی تگ ودو اور حضرت مولانا کے تصرف باطنی سے بارہ مرلے کے دو قطعہ جات اراضی جو جانب شمال اور جنوب واقع ہیں اور جن پر قابض ہونے کے لیے اغیار برسوں سے سرتوڑ کوشش کر رہے تھے بالکل برائے نام معمولی سی قیمت یعنی پچاس روپے فی مرلہ کے عوض جو بذریعہ حاجی مستری الٰہی بخش صاحب اہالیان شہر نے چندہ کر کے ادا کی مسجد کے نام لگا دیئے گئے۔ یہ قطعات بھی آج تک مسجد کی ملکیت میں ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وجَزَاهُم اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاء۔

شکریہ

آخر میں اپنے آقا و مولیٰ سرکار مدینہ علیہ افضل التحیات والسّلام فرمان

مَنْ لَّمْ یَشْکُرُ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ

کے مطابق ان تمام حضرات کا جنہوں نے اس خاکسار اور نااہل کی آواز پر لبیک کہی اور ان تمام کاموں میں دامے، درمے، قدمے، سخنے میری امداد و اعانت کی تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اوسبحانہٗ انہیں دارین میں سرخرو اور فائز المرام رکھے۔ آمین ثم آمین بحرمۃ نبیہ الامین صلّی اللہ علیہ وسلّم

ان میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی ہیں: جناب حکیم مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب سلامت پوری، جناب خان بہادر مولوی محرم علی چشتی مرحوم ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور، جناب خان صاحب مولوی فیروز الدین صاحب مالک فیروز پرنٹنگ ورکس شیرانوالہ گیٹ، جناب حاجی مبارک دین صاحب گورنمنٹ ٹھیکہ دار خیمہ جات سرکلر روڈ ٹکسالی گیٹ، جناب حاجی غلام محی الدین صاحب گورنمنٹ ٹھیکیدار خیمہ جات سرکلر روڈ اکبری دروازہ، جناب میاں امیر الدین صاحب ایم ایل اے، جناب ڈاکٹر سید دلاور علی شاہ صاحب عباسی چونا منڈی، جناب حافظ عبدالرحمٰن صاحب سید مٹھا بازار، جناب چوہدری جلال الدین صاحب ٹھیکیدار، جناب حاجی

مستری الٰہی بخش صاحب موری دروازہ، جناب چوہدری محمد حسین صاحب آڑھتی میوہ منڈی، جناب میاں معراج الدین ریٹائرڈ انجینئر ریلوے جناب میاں دین محمد صاحب سپرنٹنڈنٹ میونسپل واٹر ورکس، جناب میاں بدرالدین صاحب انجینئر کارپوریشن لاہور، جناب مستری احمد الدین برف خانے والے، جناب خان بہادر کریم بخش دل محمد روڈ لاہور، جناب مستری نظام الدین ٹھیکیدار، جناب شیخ مہرالدین صاحب ٹھیکیدار تحصیل بازار، جناب میاں فیروزالدین صاحب ٹھیکیدار بازار سمیاں لاہور، جناب مفتی غلام زین العابدین صاحب اکاؤنٹنٹ ریلوے، جناب میر محمد افضل کناری بازار لاہور، جناب میر محمد فاروق صاحب کاچوب موتی بازار لاہور، جناب خان صاحب جسٹس حاکم الدین صاحب اندرون موری گیٹ، جناب بابو عبدالرحمٰن صاحب چوٹی منڈی، جناب بابو عبدالکریم صاحب، ریٹائرڈ ڈی ایم آئی ریلوے لاہور، جناب میاں مولا بخش ٹھیکیدار موتی بازار، جناب مستری محمد مستقیم صاحب چوک وزیر خان، جناب ٹھیکیدار محمد ابراہیم صاحب چوہٹہ مفتی باقر، جناب مہر فیروزالدین صاحب اندرون بھاٹی گیٹ، جناب حاجی میاں احمد الدین صاحب ٹھیکیدار اندرون بھاٹی گیٹ، جناب مرزا غلام قادر صاحب کوچہ دان واہ تحصیل بازار لاہور، جناب حکیم محمد شریف اکسیر گر بازار سید مٹھا لاہور، جناب میاں رحیم بخش صاحب سید مٹھا بازار لاہور، جناب میاں علی بخش صاحب پھلیرا۔ رحمۃ اللہ علیہم

ان حضرات کے علاوہ متعدد حضرات اور بھی تھے جن کے اسمائے گرامی بخوف طوالت درج نہیں کئے گئے۔ میں ان حضرات سے معذرت خواہ ہوں۔ جَزَاهُم اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ فی الدّنیاء والآخرة

آخر میں تمام احباب سے عاجزانہ التجا ہے کہ مجھ ناچیز پر عنایت فرما کر بصدق دل خداوند تعالیٰ مستجاب الدعوات کی جناب میں دعا کریں کہ اللہ سبحانہٗ احقر کو حضرت مولانا کی ذات مجمع صفات ومنبع برکات کے روحانی اور علمی فیوض سے مستفید فرمادیں۔ آمین ثم آمین!

وآخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَوَّلاً وآخرہ وَاَکْمِلِ الصَّلوٰۃ وَاَفْضَل السَّلَام عَلٰی حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ الطَّیِّبِیْنَ وَاَصْحَابِهٖ الطَّاهِرِیْنَ وَسَلِّم ظَاهِرًا وَّبَاطِنًاؕ رَبَّنَا لَا تُوَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَانَا بِجَاهِ نَبِیِّکَ الْمُصْطَفٰی وَاٰلِهِ الْمُجْتَبٰی وَاَصْحَابِهِ الْمُرْتَضٰی وَاَوْلِیَاء کَ وَصُلَحَائِکَ الْخَیْرٰی بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

قصیدہ بزبان عربی

مدیح الفاضل الجلیل والکامل النبیلا الشیخ عَبْدُ الْقَادِرِ الشَّهِیْرِ بمولانا غلام قادر بھیروی اللاھوری رحمته اللّٰه عَلَیْهِ

مَعُ تَارِیْخ وَفَاتِہٖ

دَعَ مَا تُسُرُّكَ رَأحَةُ خُضْرَاء وَعَـرَارُهَا وَبَهَا رُهَا اُلْفَیْحَاءُ

(اے مخاطب) سرسبز باغ اور خوشبودار درختوں اوران کی فراوانی بہار کا جن سے تو خوش ہورہا ہے ذکر چھوڑ

بـاللّٰـهِ لَیسَ لَهَا اَریحٌ دائماً نفسی وَلَیسَ علی الحیٰوة بقاءُ

باللہ کسی خوشبو کو دوام نہیں اور کسی ان دار کو بقا نہیں

وَلَئِنْ اَضرَّبُنَا الزَّمَانُ الْمُنُفَذ فَلَـهُ کَـذَالِكَ شَدَّةٌ وَّرُخَاءُ

کیونکہ بخداان کی خوشبو ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے اور مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ زندگی ناپائیدار ہے

عَیْنِی مُذْ اِرْتَحَلَ الرَّفَاقُ سُحَابَةٌ تَـجْرِیْ عَـلَیَّ کَاَنهَّا الدَّاماُ

جب سے میرے ہم سفر کوچ کر گئے ہیں میری آنکھ بادل کی طرح ہے جو مجھ پر برس کر دریا کی طرح بہ رہی ہے

یَا عَیْنَ لَا تَجْمُدُ دُمُوْعًا اِنَّهَا لِـصَـدَا عَلِیْلِ مُرَامَلِ اِرُواءُ

اے آنکھ گریہ وبکا سے مت رک کیونکہ یہ آنسو بیمار مفلس کی تشنگی کو سیراب کرتے ہیں

یَا ظَاعِنِتی فَمِنْ رَحِیْلِکُمُ بِنَا شُتَادَّتِ اللُّوْعَاتُ وَالْبُحُرحَاءُ

اے میرے کوچ کرنے والے ساتھیو! تمہارے کوچ کر جانے کی وجہ سے ہماری سوزش اور جلن بڑھ گئی ہے

مَهْلاً فَهٰذَا الظَّعْنُ سَارَبِهَا مَعِیُ　　صَبْرٌ یُوَاسِیُنَا بِهِ الْحُوبَاءُ

ٹھہرو کیونکہ یہ کوچ کرنا میرے صبر کو بھی لے جارہا ہے　　جس پر ہماری روح ہماری ہمدردی کر رہی ہے

یَا لَیْتَ لِیُ صَبْراً فَاجْل هِجْرُکُمْ　　یَا لَیْتَ لِیُ قَلْبًا فَقُلْتُ فِدَاءُ

اے کاش اگر مجھے صبر کی طاقت ہوتی تو تمہاری جدائی اچھی گزرتی　　اور کاش کہ میرا دل میرے قبضہ میں ہوتا تو میں کہتا کہ میں قربان جاؤں

اِنِّیُ کَقَاصِمَةِ الظُّهُوْرِ مُمَزَّقٌ　　ضِلْعَایَ بَیْنَهُمَا تَقُوْلُ صَلَاءُ

میں کمر شکستہ کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہوں　　تو خیال کرے گا کہ میرے پہلو میں آگ جل رہی ہے

یَوْمِیُ شَدِیْدُ الْخَطْبِ اَفْظَعُ کُرْبَةً　　لَیْلِیُ کَلَیْلَةِ خَابِطٍ ظَلْمَاءُ

میرا دن سخت مصیبت اور بڑے غم والا ہے　　اور میری رات بے راہ چلنے والے کی رات کی طرح تاریک ہے

ذَامُنْذُمَا فَارَقْتُ عَنْ بَدْرٍ بِهٖ　　قَدْ نَوَّرَتْنَا الْمِلَّةُ الْبَیْضَاءُ

اس وقت سے میری حالت یہ ہے جب سے کہ میں اس چاند سے جدا ہوا ہوں　　جس کی بدولت شریعت غرا نے ہمیں منور کیا تھا

وَهُوَالَّذِیُ مِنْ فِقْهِهٖ فِیُ عِلْمِهٖ　　حَارَلِکِبَاراً رُفَمَالَهٗ النُّظَرَاءُ

اور وہ ایسا شخص تھا جس کے علم میں دانائی کو دیکھ کر　　بڑے بڑے لوگ حیران تھے اور اس کی کوئی نظیر نہ تھا

طَلَقٌ فَصِیْحٌ مَا رَأَیْتُ بِمِثْلِهٖ　　حِبْراً تَقُوْلُ فَطَانَةٌ وَذَکَاءُ

وہ زبان آور اور فصیح تھا دانش اور تیزی خاطر کر رہی تھی　　کہ ہم نے ایسا علامہ کبھی نہیں دیکھا

اَلْمِقْوَلُ الزِّیْقُ الْاَرِیْبُ الْمُفْلِقَ　　بِالْبَیِّنَاتِ اللّابِ هُنَّ شَفَاءُ

وہ تیز زبان باغیرت اور ادیب تھا اور ان دلائل کے ساتھ گفتگو　　کرنے والا تھا جو شفاء و تسکین کا باعث ہیں

کَانَ الرَّشَادُ بِعِلْمِهٖ مِمَّا تَرَیٰ　　رَوْضًا یَّسُرُّ بِطِیْبِهَا الْفُضَلَاءُ

اس کے علم کی وجہ سے ہدایت اس باغ کی طرح تھی　　جس کی خوشبو سے فاضل لوگ خوش ہو رہے ہیں

خَيْرُ الْخَيَارِ وَفِی الْاَكَابِرِ اُسْوَةٌ　　اَشَدُّ الشَّرِيعَةِ اَهْيَسٌ رَفْوَاءُ

وہ بہترین لوگوں میں برگزیدہ تھا، وہ بڑے بڑے لوگوں کیلئے نمونہ اور شریعت کے جنگل کا شیر اور بہادر اور دلیر تھا

عَدْلٌ صَدُوقٌ اَلْمعِیٌّ ضَابِطٌ　　سَنَدٌ فَجَارُ بِعِلْمِهِ الْعُلَمَاءُ

وہ انصاف کرنے والا سچ بولنے والا تیز ذہن والا　　مسلم الثبوت عالم تھا جس علم کی وجہ سے بڑے بڑے بھی حیران تھے

اَلْعَارِفُ الْعَلَّامَ عَبْدُالْقَادِرِ　　شَيْخٌ اَقَرُّ بِفَضْلِهِ الْفُضَلَاءُ

علم معرفت سے واقف علامہ عبدالقادر　　جو استاد تھا اور اس کی فضیلت کو تمام فاضل تسلیم کرتے تھے

اَلْمُسْبِلُ الْهَطَلُ الَّذِیْ مِنْ رَشْحِهٖ　　لَاهُوْرُ ذَاكَ وَ بِيْرَة خَضْرَاءُ

وہ لگاتار اور متواتر برسنے والے بادل کی طرح تھا　　جس کے قطرات فیض سے لاہور اور بھیرہ سرسبز تھا

بَلْ مِنْهُ قَدْ فَاحَتْ بَلَادُ كُلِّهَا　　وَالْهِنْدُ مُعْشَبَةٌ بِهٖ زَهْرَآءُ

بلکہ تمام ممالک اس کی وجہ سے خوشبودار ہو رہے تھے　　اور ہندوستان تروتازہ اور روشن اور سرسبز تھا

وَالنَّاسَ خَرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ مَا　　قَدْ كَانَ فِیْ مَرْمٰی سَحِيقٍ جَآءُ

اور اس کی خدمت میں بڑے دور دراز علاقوں　　سے لوگ آیا کرتے تھے

هٰذَا الَّذِیْ مِنْ مَوْتِهٖ طَالَ الْحُزْنُ　　وَازْدَادَهُمْ مُغْزِعٌ وَّبُكَاءُ

یہ وہ شخص ہے جس کی موت کی وجہ سے غم بڑھ گیا ہے　　اور تکلیف دینے والا اندوہ وگریہ بڑھ رہا ہے

بِاللّٰهِ مَالِیْ غَيْرُ حُزْنٍ مُوْنِسٌ　　وَ كَاَنَّهٗ رُوْحِیْ وَذَاالْاَعْضَآءُ

بخدا سوائے غم کے اور کوئی میرا غمخوار نہیں ہے　　گویا وہ میری جان ہے اور اعضاء بدن ہیں

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ مَحْيَاً وَالِهٖ　　رَيْبَ الْمَنُوْنِ وَعِلَّةٌ وَعِنَاءُ

مجھے علم ہے کہ ایک فریفتہ آدمی کی زندگی　　زمانہ بھر کی مصیبت، بیماری، رنج اور دکھ ہی ہوا کرتی ہے

كَانَ اُرْتِحَالُ الشَّيخ شَهْراً ثالِثًا   وَنُهَارَ [۸] حيّ [۱۰] يَسْلَةً ظُلْمَاءُ

اس استاد کا تیسرے ماہ (ربیع الاول) میں ہوا   لیکن دن اٹھارو۱ں اور رات اندھیری تھی

لِمَ لَا يَكُوْنُ فَاِنَّهٗ نُوْرُ الْهُدٰى   مَحْيَاهُ لِلْمُسْتَبْصِرِيْنَ ضِيَآءُ

کیوں نہ ہوتا؟ وہ تو ہدایت کا نور تھا   جس کی زندگی دانشمندوں کے لیے روشنی تھی

لَمَّا سُئِلْتَ لِارِخِ عَامَ حِيْلِهٖ   وَعَلَىَّ مِنْ تَذْكَارِهٖ الْاَعْمَاءُ

جب مجھ سے اس کی رحلت کا سال پوچھا گیا   دراں حالیکہ میں اس کی رحلت کے غم کا بوجھ اٹھائے ہوئے تھا

فَبِوَجْهِ حُزْنِىْ [۸] قُلْتُ [۲۹۳] صَامَكَانُهٗ [۱۱۶] بِحَبُوْحَةِ [۴۲۶] الْجَنَّات [۴۸۵] يَا رُفَقَاءُ

تو میں نے غمناک چہرے سے کہا: اے دوستو!   جنت کے صدر کی جگہ ان کا مکان ہے

نوٹ: ۸+۲۹۱+۱۱۶+۴۲۶+۴۸۵=۱۳۲۶ھجری وصال کا سال

من عَبْدُ الضَّعِيْفِ عَبْدُ الرَّحِيْم بنَ الشَّيْخُ الْعَلَّامَةُ الْحَافِظُ الْحَاجّ عَبْدُ الْحَكِيْم الذَّاكِرِىُ الْبِشَاوَرِىْ عَفَااللّٰه تَعَالٰى عَنْهُمَا بِجَاهِ حَبِيْبِهٖ وَنَبِيِّهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنَ

قصیدۂ دیگر بزبان فارسی

مقتدائے سالکاں و کاملاں
عبد قادر دستگیرِ بیکساں

از کمالش شور گشتے در جہاں
شد چو مقناطیس در جذبِ دلاں

فیض او چوں منتشر شد در بسیط
گشتہ ہر اطراف عالم را محیط

غیر مذہب کجرواں از ہر دیار
گشتہ اندر پیش علش شرمسار

گو نبودے ذات ایں در آں زماں
تیرہ گردیدے جہاں از گمرہاں

قصیدہ دیگر بزبان اردو

ریختہ قلم مولانا مولوی عبدالمجید صاحب مدرس اسلامیہ سکول بھیرہ شریف ضلع سرگودھا

دریغا جل بسے وہ شمسِ علماء سید الفضلا
زمانہ بھر میں جن کے فضل وعلمیت کی شہرت تھی

وہی جو آسمانِ علم پر اک ماہِ کامل تھے
خدا کے فضل سے حاصل شریعت بھی طریقت تھی

غلام قادر و مقبولِ خالق عاشقِ نبوی ﷺ
کہ جن کی ذات اقدس سر سے تا پا علم شریعت تھی

امام ابوحنیفہ کے متابع اور مقلِّد تھے
سراج امت احمد کی پوری دل میں عظمت تھی

غلامِ غوثِ اعظم تھے محبِّ اولیاء اللہ
ہر اک مردِ خدا سے ان کو محبت تھی عقیدت تھی

قریشی ہاشمی تھے اور عالم باعمل پورے
خدا کی یاد سے اور علم دیں سے بس محبت تھی

حصول علم کی خاطر دریار غیر میں جاکر
بسر چودہ برس پیہم کیئے کتنی مشقت تھی

کیئے ازبر متن اکثر کتب ہائے شریعت کے
تعالیٰ اللہ کیسا ذہن تھا کیسی ذکاوت تھی

جواب مسکِت ودندان شکن دیتے تھے بیدیں کو
مقابل آپ کے ان کے بھلا یہ کس کو جرأت تھی

مخالف کے لیے اک تیرِ برّاں تھا کلام ان کا
مقابل کانپ جاتا تھا معاً وہ ان کی ہیبت تھی

حریفوں سے جھجکنا اور دب جانا نہ آتا تھا
سدا برہان قاطع سے ظفر حاصل تھی نصرت تھی

زمانہ بھر میں بے دینوں نے گو الحاد پھیلایا
لگایا زور جتنی قوت اور طاقت تھی

مگر حضرت کے دامن گیر حبل اللہ پر قائم ہیں
وہی جن کے دلوں میں آپ کی سچی عقیدت تھی

مثال اہل دنیا مال و زر رکھتے نہ تھے گھر میں
قناعت تھی توکل تھا نہ کچھ حرص بات تھی

ہدایت یافتہ ان کے مواعظ سے ہوئے کتنے
نہیں شک ان کی صحت بالیقین شمع ہدایت تھی

وہ ختمِ خواجگاں یا شیخ پڑھتے اور پڑھاتے تھے
اور ان کے منکروں سے ان کے دل میں سخت نفرت تھی

کرامات ان کی ہیں مشہور خاص و عام میں اکثر
دعا کو ان کی درگاہِ الٰہی میں بس اجابت تھی

طریق اہل سنت وجماعت پر رہے قائم
نہ شوق اختراع تھا اور نہ کچھ مسلک میں بدعت تھی

ہمیشہ ان کے در پر تشنگانِ فیض آتے تھے
کرم جن پر تھا حضرت کا خدا کی ان پر رحمت تھی

ہے جاری آج تک بھی آپ کا فیضانِ بے پایاں
کہ جیسے زندگی میں دور و نزدیک ان کی شہرت تھی

غلامِ مصطفیٰ ہوں متصف اوصاف حضرت کے
وہی ان کو فضیلت دے کہ جو ان کی فضیلت تھی

چھپا دامان رحمت میں تو ان کو کرم و شفقت سے
کہ تھے یہ جانشیں ان کے جنہیں بس تیری چاہت تھی

مجید کو بھی نورِ عرفان کر عطا یارب
طفیل ان برگزیدوں کے کہ جن کو تجھ سے الفت تھی

سلسلہ شریفہ مشائخ چشتیہ اہل بہشتیہ

رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اے خداوندا تو ذاتِ کبریا کے واسطے رحم کر مجھ پر محمد مصطفیٰ کے واسطے
میں ہوا ہوں سخت زار اس بند محنت میں اسیر کھول دے مشکل علی المرتضیٰ کے واسطے
خواجہ بصری حسن کا نام لاتا ہوں شفیع شیخ عبدالواحد اہل صفا کے واسطے
فضل کر مجھ پر طفیل خواجہ ابنِ عیاض شاہِ ابراہیم بلخی بادشاہ کے واسطے
حضرت خواجہ حذیفہ کے لیے اب رحم کر اور ہبیرہ بصری صاحبِ ہدا کے واسطے
خواجہ ممشاد کی خاطرِ میرا دل شاد کر شیخ بواسحٰق قطبِ چشتیا کے واسطے
خواجہ ابدال احمد بو محمد مقتد اے خواجہ بو یوسف صاحبِ صفا کے واسطے
خواجہ مودودِ حق اور خواجہ جامیؒ شریف خواجہ عثمان اور اہلِ اقتدا کے واسطے
والئی ہندوستان خواجہ معینؒ الدین حسین شیخ قطب الاتقیاء کے واسطے
کام کر شیریں طفیل خواجہ گنج شکر اور نظامؒ الدّین محبوب اولیاء کے واسطے
دل کو روشن کر طفیل شاہ نصیر الدین چراغ اور کمال الدین کمال اصفیاء کے واسطے
حضرت محمود راجن سرورِ دنیا و دیں اور جمال الدین جمن صاحب صفا کے واسطے
شیخ حسن اور خواجہ شیخ محمد کے طفیل حضرت یحییٰ، مدنی مقتداء کے واسطے
فضل کر مجھ پر طفیل شاہ کلیم اللہ ولی اور نظام الدین مقبولِ خدا کے واسطے
دین و دنیا کا وسیلہ پیر عالم فخر دین خواجہ نورِ محمد راہ نما کے واسطے
حضرت خواجہ سلیمان دو جہاں کے دستگیر قبلۂ حاجات کعبۂ مدعا کے واسطے

کر کرم مجھ پر طفیل خواجہ عالیجناب شیخ شمس الدین شمسِ چشتیاں کے واسطے
کر عنایت کی نظر یا خالقِ ارض و سماء آں محمد الدین صاحب باصفا کے واسطے

یا الٰہی مشکلیں آسان میری ہوں تمام
پیر میرے عبدالقادر بے ریا کے واسطے

رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن

بخش دے اپنی محبت قطع کر دے ماسواء برکت پیران سنجر چشتیاں کے واسطے
غم الم سب دور کر میرے رؤف العالمین از طفیل حرم کل اولیاء کے واسطے
دو جہانوں میں کر سرخرو ہر کام میں برکت شان رسالت انبیاء کے واسطے
حادثوں کے بحر میں غرقاب ہوں پراضطراب کشتی راحت عطا کر والضحیٰ کے واسطے
دشمنوں نے ہر طرف سے آن گھیرا ہے مجھے دے اماں مجھ کو شہیدِ کربلا کے واسطے
معرفت کی نعمتوں سے مالکا کر بہرہ ور حرمت فرقان گنجِ بے بہا کے واسطے
چاشنی اپنی محبت کی الٰہی کر عطاء آہ دردِ دردمنداں ذوالعلاء کے واسطے
بخش میرے سب خطا ایمان کامل کر عطا برکت قرب ملائک ازکیاء کے واسطے

ہر کہ بتوحید خدا زندہ شد
تا ابد زندہ و پائندہ شد

شجرہ شریفہ دیگر مختصر منظوم بزبان فارسی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

بہر عبدالقادر و شمس و سلیماں تونسوی — ہم بہ نور و فخر الدین وہم نظام الدین ولی

ہم حکیم اللہ حضرت یحییٰ و شیخ و حسن — ہم بہ ضمن وراجن و علم و سراج احمدی

ہم بہ علامہ نصیرالدین چراغ دہلوی — ہم بہ مولانا نظام وہم فرید جودھنی

قطب الدین وہم معین الدین عثمان وشریف — ہم بہ مودود وابو یوسف محمد و احمدی

بوسحاق وہم بہ ممشاد و بھیرہ نامور — ہم حذیفہ ابن دہم ہم فضیل مرشدی

عبد واحد ہم حسن بصری علی فخرالدین — سید الکونین فخرالمرسلین بشریٰ نبی

پاک کن قلب مرا از خیال خیر خویش

بہر ذاتِ خود شفایم دہ زامراض دلی

زندگانی تبواں گفت حیاتی کہ مراست   زندہ آنست کہ باد دست وصالے دراند

تواریخ ہائے اعراس خواجگان چشت اہل بہشت علیہم الرضوان

	اسمائے گرامی حضرات اقدس	ماہ معہ تاریخ
1	حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	محرم الحرام یکم
2	حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	محرم الحرام 2
3	حضرت فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمۃ	محرم الحرام 4
4	حضرت سید الشہد اامام حسین علیہ السّلام	محرم الحرام 10
5	حضرت صاحب ثالث خواجہ ضیاء الدین سیالوی	محرم الحرام 11
6	حضرت خواجہ ممشاد علی دینپوری رحمتہ اللہ علیہ	محرم الحرام14
7	حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ	صفر المظفر
8	حضرت خواجہ محمود عرف شیخ راجن رحمتہ اللہ علیہ	صفر المظفر
9	حضرت اعلیٰ خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ	صفر المظفر 24
10	حضرت خواجہ عبدالواحد ابن زید رحمتہ اللہ علیہ	صفر المظفر 27
11	حضرت خواجہ یحییٰ مدنی رحمتہ اللہ علیہ	صفر المظفر 28
12	حضرت سرورِ عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	ربیع الاول12
13	حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض رحمتہ اللہ علیہ	ربیع الاول13
14	حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کا کی رحمتہ اللہ علیہ	ربیع الاول 14

15	حضرت خواجہ مولانا غلام قادر بھیروی رحمتہ اللہ علیہ	ربیع الاول 16
16	حضرت خواجہ حکیم اللہ جہان آبادی رحمتہ اللہ علیہ	ربیع الاول 22
17	حضرت خواجہ شیخ محمد رحمتہ اللہ علیہ	ربیع الاول 29
18	حضرت خواجہ ابو اسحاق چشتی شامی رحمتہ اللہ علیہ	ربیع الآخر 14
19	حضرت پیر پیراں حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ	ربیع الآخر 17
20	حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ	ربیع الآخر 18
21	حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی رحمتہ اللہ علیہ	ربیع الآخر 28
22	حضرت خواجہ سلطان ابراہیم ابن ادہم بلخی رحمتہ اللہ علیہ	جمادی الاولیٰ 26
23	حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ	جمادی الاولیٰ 29
24	حضرت خواجہ محمد ابن احمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ	جمادی الاولیٰ 1 تا 4
25	حضرت خواجہ ابی احمد فرسناذ رحمتہ اللہ علیہ	جمادی الآخرہ 1
26	حضرت خواجہ سید حیدر علی شاہ صاحب جلالپوری رحمتہ اللہ علیہ	جمادی الآخرہ 9
27	حضرت سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	جمادی الآخرہ 22
28	حضرت خواجہ محمد فخر الدین رحمتہ اللہ علیہ	جمادی الآخرہ 27
29	حضرت خواجہ مودود چشتی رحمتہ اللہ علیہ	رجب 1
30	حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ	رجب 1
31	حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ	رجب 6
32	حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رحمتہ اللہ علیہ	رجب 13

33	حضرت امام المسلمین امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ	رجب 15
34	حضرت خواجہ شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی	رمضان 18
35	حضرت امیر المومنین سیدنا علی علیہ السلام	رمضان 21
36	حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ	شوال 5
37	حضرت خواجہ ابی ہبیرہ بصری رحمتہ اللہ علیہ	شوال 7
38	حضرت خواجہ سید بدرالدین حذیقہ المرعشی رحمتہ اللہ علیہ	شوال 15
39	حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ	ذی الحج 3
40	حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	ذی الحج 24
41	حضرت خواجہ جمال الدین حمٰن رحمتہ اللہ علیہ	ذی الحج 20
42	حضرت خواجہ امیر شاہ صاحب سیالوی بھیروری	جمادی الثانی 8 تا 11
43	حضرت خواجہ حکیم محمد یعقوب چشتی سلامت پوری	ذیقعد 23
44	حضرت خواجہ پیر محمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھیروی	شوال 4 تا 5

مناجات

الٰہی غرق دریائے گناہم تو مے دانی و خود ہستی گواہم
گناہ بے عدد رابار بستم ہزاراں بار توبہ ہا شکستم
حجاب مقسوم عصیان من شد گناہم موجب حرمانِ من شد
بآں رحمت کہ وقف عام کر دی جہاں رادعوتِ اسلام کر دی
نمید انم چرا محروم ماندم رہین ہمچنیں مقسوم ماندم
گدا خود را ترا سلطان چوریدم
بدرگاہ تو اے رحمان دو یدم

دیگر

خداوندا کریما بادشاہا عزیزا منعما آمرز گارا
زحد بگوشت مارانا پسندی بدہ توفیق طاعت ایں گدارا
ندارم غیر تو اُمید گاہے پناہ دِہ دَر دو عالم بے نوارا
توئی مقصودِ ما از ہرِ دو عالم
توئی موجود پنہاں آشکارا

مختصر

شرح دارمی

افادات

حضرت شیر اہلسنت مفتی محمد عنایت اللہ قادری حامدی

فاضلِ بریلی شریف

خلیفۂ مجاز حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی

بریلی شریف

مرتب ڈاکٹر محمود احمد ساقی

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ڈاکٹر محمود احمد ساقی کی تصانیف

۱۔ حاضر و ناظر رسول ﷺ
۲۔ اقبال کے مذہبی عقائد
۳۔ اقبال اور موجودہ فرقہ واریت کا حل
۴۔ رسولِ کریم ﷺ کی نماز
۵۔ قبر کے اندھیرے دعاؤں کی روشنی
۶۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۷۔ امام عینی (حیات و خدمات)
۸۔ تاریخی مناظرے
۹۔ ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ
۱۰۔ مقالاتِ حضرت شیر اہل سنت
۱۱۔ اعلیٰ حضرت کے نئے اور پرانے مخالفین
۱۲۔ غوث اعظم اور اعلیٰ حضرت کے نئے مخالفین
۱۳۔ پیر کرم شاہ کی کرم فرمائیاں
۱۴۔ حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا
۱۵۔ نشانِ صراطِ مستقیم
۱۶۔ خلافِ اولیٰ کے رد میں
۱۷۔ کعبۃ اللہ کا حج
۱۸۔ مسائلِ زکوٰۃ
۱۹۔ نمازِ جنازہ
۲۰۔ قرآن و سنت اور برقع پوش رُشدی
۲۱۔ امین احسن اصلاحی کا تدبرِ قرآن
۲۲۔ جب ابرِ کرم برسا (۳ جلد)
۲۳۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یزید کے وکیل
۲۴۔ مؤاخذہ ''التبیان''
۲۵۔ خطرے کی دوسری جھنڈی
۲۶۔ دُرود و سلام کی سوغاتیں (ترجمہ القول البدیع)
۲۷۔ حضرت شیرِ اہلِ سنّت (فاضلِ بریلی شریف)
۲۸۔ گستاخِ رسول سید نہیں ہوسکتا
۲۹۔ مکمل فتویٰ
۳۰۔ برکاتِ گیارھویں شریف
۳۱۔ الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف عبدالرزاق متن مع ترجمہ

اہلِ سنّت و جماعت کے تبلیغی اشتہارات

۱۔ ہمارے لیے اللہ و رسول ﷺ کافی ہیں
۲۔ نماز کے ۱۶ مسائل مع مختصر دلائل
۳۔ قرآن کے خلاف سازش کا انکشاف
۴۔ اہل خدیث (وہابیوں) کی پراسرار وارداتیں
۵۔ اوالصلوٰۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صدیوں سے اولیاء اللہ کا وظیفہ
۶۔ تراویح بیس رکعت سُنّت ہے
۷۔ مسئلہ طلاق اور پھر رجوع یا بدکاری
۸۔ غائبانہ نمازِ جنازہ ناجائز ہے
۹۔ اہلِ سُنّت و جماعت کون؟
۱۰۔ جشنِ دیوبند جائز، عید میلاد النبی ﷺ ناجائز کیوں؟
۱۱۔ قادیانی یا مسلمان یہ کرم فرما کون ہیں؟

سُنّی رضوی جامع مسجد، پاک ٹاؤن نزد پل بندیاں والا چونگی امر سدھو، لاہور۔
0300-4409470, 5812670

ہوم ڈلیوری کی سہولت موجود ہے

قرآن پاک کے خلاف سازش کا انکشاف

تحقیق: علامہ ڈاکٹر محمود احمد ساقی

مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْن (آلِ عمران ۵۴)

تراجم ادنیٰ حضرات:

اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ تعالی نے بھی مکر کیا۔ (مولوی محمد جوناگڑھی)

اور وہ چال چلے اور خدا بھی چال چلا اور خدا خوب چال چلنے والا ہے۔ (مولوی فتح محمد جالندھری)

مکر کیا کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔ (مولوی محمود الحسن دیوبندی)

ترجمہ اعلیٰ حضرت:

اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر فرمانے والا ہے۔ (اعلیٰ حضرت)

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (سورہ الضحیٰ آیت ۷)

ترجمہ: اور پایا تجھکو بھٹکتا ہوا پھر راہ دی (شاہ عبدالقادر)

اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی (شاہ رفیع الدین)

اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت نہیں دی (مولوی محمد جوناگڑھی)

اور رستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا رستہ دکھایا (مولوی فتح محمد جالندھری)

اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا (عبدالماجد دریا آبادی)

اور ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی (مودودی)

اور تمھیں گم کردہ پایا تو کیا تمھیں ہدایت (نہیں) کی'' (مرزا حیرت دہلوی)

اور تم کو دیکھا کہ راہ حق کی تلاش میں بھٹکے بھٹکے پھر رہے ہو تو تم کو دین اسلام کا سیدھا راستہ دکھایا (ڈپٹی نذیر احمد)

اور اللہ تعالیٰ نے آپکو شریعت سے بے خبر پایا سو آپکو شریعت کا راستہ بتلا دیا'' (اشرف علی تھانوی)

ترجمہ اعلیٰ حضرت:

اور تمھیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی (اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں)

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح: ۱)

تراجم ادنیٰ حضرات:

ترجمہ: ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے تجھکو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔ (شاہ عبدالقادر)

بے شک (اے نبی) ہم نے آپکو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ جو کچھ تیرے گناہ آگے ہوئے اور پیچھے سب کو اللہ معاف فرمائے۔ (مولوی محمد جوناگڑھی)

اے نبی ہم نے تم کو ایک کھلی فتح دی تا کہ اللہ تعالی تمھاری اگلی پچھلی کوتاہی درگذر فرمائے۔ (مودودی)

تحقیق فتح دی ہم نے تجھکو ظاہر تا کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے جو کچھ پیچھے ہوا۔ (شاہ رفیع الدین)

اے محمد ﷺ ہم نے تم کو فتح دی فتح بھی صریح وصاف تا کہ خدا تمھارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے (مولوی فتح محمد جالندھری)

بے شک ہم نے آپکو کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے۔ (عبدالماجد دریا آبادی)

اے پیغمبر یہ حدیبیہ کی صلح کیا ہوئی۔ درحقیقت ہم نے تمھاری کھلم کھلا فتح کرادی تا کہ تم اس فتح کے شکریہ میں دین حق کی ترقی کیلئے اور زیادہ کوشش کرو اور اس کے صلے میں تمھارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کرے۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

بیشک ہم نے آپکو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے (اشرف علی تھانوی)

بے شک ہم نے تمھیں ایک فتح ظاہر عنایت کی۔ تا کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اگلے پچھلے گناہوں کو بخش دے (مرزا حیرت دہلوی)

ترجمہ اعلیٰ حضرت

بے شک ہم نے تمھارے لئے روشن فتح دی تا کہ اللہ تمھارے سبب سے گناہ بخشے تمھارے اگلوں اور تمھارے پچھلوں کے (اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی)